قال تعالیٰ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر الآیہ

مصداق آیت بالا حق تعالیٰ تک پہنچنے کا سہل اور سیدھا راستہ بتانیوالا

مفید رسالہ مسمیٰ بہ

تسہیل قصد السبیل

مع پنج رسائل

یعنی ۱ السبیل لعابری السبیل و تسہیل ۲ رسالۃ الیم فی الیم و تسہیل ۳ رسالۃ الظلم فی السم و بعضے ۴ آداب شیخ . و بعضے ۵ آداب معاشرت

ملقب بہ

لطائف

جسمیں کہ حکیم الامۃ مجدد الملۃ محی الطریقۃ حضرت مرشدنا و مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب چشتی قدس سرہ کے افادات ہیں

جیسا کہ تمہید سے واضح ہے

تسہیل قصد السبیل

بعبارت مولانا شاہ لطف رسول صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعریف کے لائق اللہ تعالیٰ ہے جو بڑا مالک ہے اور اسی کی طرف دین کے سیدھے راستہ کی انتہا ہے اور درود و سلام ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو جن کی برابر کمالات میں کوئی دوسرا نہیں اور وہ اس راستے کے بہترین رہبر ہیں اور آپ کی اولاد اور اصحاب سب پر بھی درود و سلام ہو جنہوں نے اپنی جان و مال تھوڑا ہو تو بہت ہو تو سب اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالا اور جو آیتوں اور حدیثوں کے پہچاننے والے ہیں جن سے مسلمانوں کو عزت اور کافروں کو ذلت نصیب ہوئی۔

اما بعد جاننا چاہیے کہ اس کتاب میں ہم تھوڑی سی ضروری باتیں فقیری کے بیان میں لکھتے ہیں اور ہر بات کے شروع میں لفظ ہدایت لکھیں گے اور ان باتوں کے لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اکثر لوگوں کو فقیری کا شوق ہوتا ہے لیکن بعض لوگ تو راستہ نہ جاننے سے غلطی اور گمراہی میں پھنس جاتے ہیں اور بعض لوگ اگرچہ غلطی (گمراہی) میں نہیں پھنستے لیکن مقصود کے نہ جاننے سے ان کا وہی حال ہوتا ہے جس کا بیان ان شعروں میں ہے ؎

یک سبد پُر نان ترا بر فرق سر   تو ہمی جوئی لبِ نان دربدر
تا بزانوئے میانِ جوئے آب   وز عطش وز جوع گشتی خراب

معنی ان شعروں کے یہ ہیں کہ ایک ٹوکرا روٹیوں سے بھرا ہوا تو تیرے سر پر رکھا ہوا ہے اور تیرا حال یہ ہے کہ ایک ٹکڑا روٹی کا در در مانگتا پھرتا ہے اور گھٹنے تک تو تو پانی کی نہر میں کھڑا ہے مگر تیرا حال یہ ہے کہ بھوک اور پیاس سے تباہ[1] ہو رہا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ یہ بات آسان طریقہ سے بتلادی جائے

---

[1] یعنی جب آدمی مقصود کو نہیں جانتا تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مقصود حاصل ہو گیا مگر وہ سمجھتا ہے کہ مقصود حاصل نہیں ہوا اس لئے پریشان ہوتا ہے ۱۲ لطف رسول

کہ فقیری کا راستہ کیا ہے اور فقیری میں کس بات کا حاصل ہونا مقصود ہے اس کتاب کے لکھنے سے پہلے بھی بعض صاحبوں نے اس کی فرمائش کی تھی اگر اس وقت یہ صورت جو اس کتاب کی ہے میرے خیال میں نہ آئی تھی اس لئے عذر کر دیا گیا اب اس کے لکھنے کا وقت آ گیا ان باتوں کو میں نے جہاں سے لیا ہے وہ یہ ہیں: قرآن شریف حدیث شریف فقیری کے جو بڑے بڑے جاننے والے بزرگ گزرے ہیں ان کی اچھی بھلی باتیں اپنے بزرگوں سے جو باتیں سنیں وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیں اگرچہ اس ڈر سے کہ کتاب بڑی نہ ہو جائے ہر بات کی دلیل بیان نہیں کی اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جیسا اس کتاب کا نام ہے جس کے معنی ہیں اللہ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ۔ اسی طرح اس کتاب کو اللہ تک پہنچنے کا سبب بنا دیں یعنی جو اس کتاب پر عمل کرے اللہ تک پہنچ جاوے اور مجھ آوارہ کو بھی ٹھکانے سے لگا دیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں۔

ھدایت پہلی: فقیری اس کو کہتے ہیں کہ اپنے ظاہر اور باطن کو آراستہ کرے، ظاہر کو ان عملوں سے جو جسم کے ظاہری اعضا سے کئے جاتے ہیں اور ان کا کرنا ضروری ہے جیسے نماز روزہ وغیرہ اور دل کو سچے عقیدوں اور نیک عادتوں سے جیسے اخلاص یعنی دین کے کام اللہ کی رضامندی کے لئے کرنا لوگوں کو دکھلانے کے لئے نہ کرنا اور شکر یعنی اللہ تعالیٰ کا احسان ماننا اور صبر یعنی مصیبت کے وقت شکوہ شکایت نہ کرنا۔ اور زہد یعنی دنیا سے بے رغبت ہونا اور تواضع یعنی اپنے کو بڑا نہ سمجھنا۔ یہ اوصاف حاصل کرے۔ فقیری[1] کا ایک درجہ تو یہ ہے اور دوسرا[2] درجہ یہ ہے کہ ان مذکورہ باتوں کے ساتھ ظاہر کو نفل عبادتوں میں اور باطن یعنی دل کو اللہ کی یاد میں ہمیشہ مشغول رکھے، کسی دم غافل نہ ہو پہلے درجہ کو حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس درجہ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے اس لئے ان دو چیزوں کا اہتمام

---

[1] اس درجہ کا نام ولایت عامہ ہے اور یہ درجہ و ولایت کا ہر مسلمان متقی کو حاصل ہوتا ہے ۱۲ لطف،
[2] اس درجہ کا نام ولایت خاصہ ہے اور یہ درجہ ولایت کا مرحلہ بزرگوں کو حاصل ہوتا ہے۔
اسی کو نسبت کہتے ہیں۔

کرنا بھی ضروری ہے ایک بقدر ضرورت علم دین سیکھنا خواہ پڑھ کر ہو خواہ عالموں سے مسئلے پوچھ کر اور اگر پڑھے تو چاہے عربی پڑھے چاہے فارسی کتابیں مسئلوں کی پڑھ لے چاہے اردو کتابیں مسئلوں کی پڑھ لے۔ اس احقر نے ایک کتاب بہشتی زیور شائع کرائی ہے اور کتاب صفائی معاملات اور تیسرا باب مفتاح الجنۃ کا یہ دین کی روزمرہ کی ضرورتوں کے لئے کافی ہیں دوسرے جو مسئلے سیکھے اُن پر عمل کرنے کا پکا ارادہ کرنا تاکہ نفس کی خواہشیں اور لوگوں کی ملامت عمل سے مانع نہ ہو یہ تو پہلے درجہ کا بیان ہوا اور دوسرا درجہ مستحب ہے اور لوگ اسی کو فقیری کہتے ہیں لیکن اگر اس دوسرے درجہ میں مشغول ہونے کے سبب پہلے درجہ کی باتوں میں سے کوئی ضروری بات چھوٹ جائے یا ان میں کسی قسم کا نقصان پڑ جائے تو پھر اس درجہ میں مشغول ہونا منع اور ناجائز ہوگا جیسے بعض جاہل کرتے ہیں کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر درویشی کا دم بھرتے ہیں۔

ہدایت دوسری: طریقہ درویشی میں قدم رکھنے کا یہ ہے کہ پہلے سب گناہوں سے پوری طرح توبہ کرے اور اگر کوئی عبادت جو اس کے ذمہ واجب تھی جیسے نماز روزہ وغیرہ چھوٹ گئی ہو تو اس کو قضا کرنا شروع کر دے اور اگر لوگوں کے اس کے ذمہ کچھ حق ہوں تو ان کے ادا کرنے کی فکر میں لگ جائے یا حق والوں سے معاف کرائے کیونکہ بدون اس کے کہ حق والوں کے حق سے ہلکا ہو اگر عمر بھر بھی محنت و مشقت کرے گا ہرگز ہرگز اللہ تک نہ پہنچے گا پھر توبہ کرنے کے ساتھ یہ سچا ارادہ رکھے کہ اللہ و رسول کا حکم ماننے میں چاہے جتنی اپنے آپ کو تکلیف ہو اور چاہے جتنا بڑا مال کا یا جان کا نقصان ہو جاوے اور چاہے کوئی دنیوی فائدہ جاتا رہے اور چاہے جتنی لوگ ملامت کریں سب گوارا کیا جائے گا مگر اللہ اور رسول کی فرماں برداری نہ چھوڑیں گے اگر اتنی ہمت نہیں ہے تو وہ اللہ کا طالب نہیں ہے۔ اللہ کے طالب کی تو یہ حالت ہوتی ہے ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی
بے زر و گنج بصد حشمتِ قاروں باشی

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں
شرطِ اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

مطلب اِن شعروں کا یہ ہے کہ لے دل مصلحت یہ ہے کہ شراب محبت پی کر بیخود ہو جائے اور بے روپے پیسے کے قارون کی برابر ہو کر رہے اور محبوب کے راستہ میں جس میں جان کے بڑے بڑے خطرے ہیں اس میں قدم رکھنے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ دیوانہ ہو جانے جب گناہوں سے پوری طرح توبہ کرنے اور یہ پکا ارادہ ہو جائے کہ اب اللہ اور رسول کی فرمانبرداری نہ چھوڑیں گے تو اس وقت دین کا علم ضرورت کے موافق سیکھے اور طریقہ علم دین سیکھنے کا پہلی ہدایت میں ہو چکا ہے۔ پھر پیر کامل کی تلاش میں لگے۔ جس کی پہچان آگے آتی ہے۔

ھدایت تیسری: پیر کامل وہ ہے جس میں یہ باتیں موجود ہوں (۱) ضرورت کے موافق دین کا علم اس کو ہو (۲) عقیدے اور عمل اور عادتیں اس کی شرع کے موافق ہوں (۳) دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو کامل ہونے کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی دنیا کی ایک شاخ ہے (۴) کسی کامل پیر کے پاس کچھ دنوں تک رہا ہو (۵) اس کے زمانے میں جو عالم اور درویش منصف مزاج ہوں وہ اس کو اچھا سمجھتے ہوں (۶) عام لوگوں کی نسبت خاص لوگ یعنی جو لوگ سمجھدار اور دیندار ہیں وہ اس کے زیادہ معتقد ہوں (۷) اس کے جو مرید ہیں ان میں اکثر کا یہ حال ہو کہ شرع کے پابند ہوں اور دنیا کی طمع ان کو نہ ہو (۸) وہ پیر اپنے مریدوں کی تعلیم جی سے کرتا ہو اور چاہتا ہو کہ یہ درست ہو جاویں اور اگر مریدوں کی کوئی بری بات دیکھتا ہو یا سنتا ہو تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔ (۹) اس کے پاس چند روز بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ کی محبت میں زیادتی معلوم ہوتی ہو (۱۰) خود بھی وہ ذکر و شغل کرتا ہو۔ کیونکہ بدون عمل کے پختہ ارادہ کے ہوئے تعلیم میں فائدہ نہیں ہوتا جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی ہوتی ہے یا نہیں یا پوشیدہ یا آئندہ ہونے والی باتیں اس کو معلوم ہوتی ہیں یا نہیں۔ یا یہ جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے یا نہیں یا یہ اپنی باطنی قوت سے کچھ کام کر دیتا ہے یا نہیں کیونکہ یہ باتیں پیر یا ولی کے لیے ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح یہ نہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے لوگ تڑپنے

لگے۔ ہیں یا نہیں کیونکہ یہ بزرگی کے لئے ضروری نہیں۔ اصل میں اس قسم کا اثر نفس کے متعلق ہے جو مشق کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔ جو شخص پرہیزگار بھی نہیں بلکہ جو مسلمان بھی نہیں وہ بھی کرسکتا ہے اور اس توجہ دینے سے کچھ زیادہ نفع بھی نہیں ہوتا کیونکہ توجہ کا اثر باقی نہیں رہا کرتا۔ بس توجہ کا اتنا فائدہ ہے کہ جو مرید ایسا ہو کہ اس میں ذکر کا اثر بالکل نہ ہوتا ہو اس کو پیر چند روز تک توجہ دے تو اس میں توجہ سے ذکر کا اثر ہونے لگتا ہے۔ یہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوٹ پوٹ ہی ہو جائے۔

ہدایت چوتھی: جب پیر کامل مل جائے اور اس سے مرید ہونے کا ارادہ کرے تو پہلے یہ سمجھ لے کہ مرید ہونے سے غرض کیا ہے کیونکہ مرید ہونے سے لوگوں کی بہت سی غرضیں ہوتی ہیں۔ کوئی تو یہ چاہتا ہے کہ ہم کرامت والے ہو جاویں اور ہم کو کشف سے وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو اوروں کو معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ سو تیسری ہدایت میں ابھی تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ خود پیر ہی میں یہ ہونا ضروری نہیں کہ اس سے کرامتیں ہوں اس کو کشف سے ایسی باتیں معلوم ہو جایا کریں جو اوروں کو معلوم نہیں ہوتی ہیں تو بیچارہ مرید اس کی کیا ہوس کرے گا۔ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مرید ہونے سے پیر صاحب بخشش کے ذمہ دار ہو جاویں گے قیامت میں دوزخ میں نہ جانے دیں گے خواہ کیسے ہی بُرے کام کرتے رہو یہ بھی محض غلط ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا "یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار" اے فاطمہؓ اپنے کو دوزخ سے بچاؤ یعنی عمل کرو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ پیر صاحب ایک نگاہ میں کامل کر دیں گے ہم کو نہ محنت کرنا پڑے گی نہ گناہ چھوڑنے کا ارادہ کرنا پڑے گا۔ اگر اسی طرح کام بن جاتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو کچھ بھی نہ کرنا پڑتا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون کامل ہوگا۔ گو کہیں بطور کرامت کے ایسا بھی ہو گیا ہے کہ کسی بزرگ نے ایک نگاہ میں کامل کر دیا۔ لیکن کرامت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ہوا کرے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر ولی سے کرامت ہوا کرے اس بھروسے پر رہنا بڑی غلطی کی بات ہے کوئی یہ چاہتا ہے کہ خوب جوش وخروش

وشورش ومستی پیدا ہو خوب نعرے لگایا کریں۔ گناہ آپ سے آپ چھوٹ جاویں گناہ کی خواہش مٹ جاوے نیک کاموں کا ارادہ ہی نہ کرنا پڑے آپ سے آپ ہوجایا کریں دل کے وسوسہ اور خطرے سب مٹ جاویں۔ بس ایک بے خبری کی کیفیت رہا کرے یہ خیال پہلے سب خیالوں سے اچھا سمجھا جاتا ہے لیکن سب اس کا ناواقفیت سے ہے یہ سب باتیں کیفیات اور حالات کہلاتی ہیں اور حالات کا پیدا ہونا آدمی کے اختیار سے باہر ہے اور حالات اگرچہ بہت عمدہ چیز ہیں مگر مقصود نہیں۔ مقصود وہی چیز ہوسکتی ہے جس کا حاصل کرنا اختیار میں ہو غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی خواہشوں میں نفس کا چھپا ہوا مکر ہے وہ یہ کہ نفس آرام اور مزہ اور ناموری چاہتا ہے ان کیفیتوں میں یہ سب باتیں حاصل ہیں جو شخص اللہ کی رضامندی کا طالب ہوگا جس کے متعلق آگے بیان آتا ہے کہ درویشی سے مقصود یہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے ایسے شخص کو ان خواہشوں سے کیا تعلق وہ تو اپنی حالت ایسی رکھے گا جیسے کسی نے یوں کہا ہے

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب ... کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

یعنی جس کو تم فراق سمجھتے ہو اور جس کو وصال سمجھتے ہو یہ دونوں برابر ہیں اصل چیز اسکی رضامندی ہے اللہ تعالیٰ سے اللہ کے سوا دوسری چیز چاہنا افسوس کے قابل بات ہے

روزہا گر رفت گو رو باک نیست ... تو بماں اے آنکہ جز تو پاک نیست

یعنی کیفیتیں اور حالات اگر جاتے رہے تو کوئی افسوس کی بات نہیں اللہ کا تعلق رہنا چاہئے جس کی برابر کوئی چیز پاک نہیں ہے

بس زبون وسوسہ باشی دلا ... گر طرب را باز دانی از بلا!

یعنی اے دل تو ابھی خیال فاسد ہی میں مغلوب ہے اگر تو راحت اور مصیبت میں فرق سمجھے پھر ایسا شخص دو قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے کیونکہ یہ کیفیتیں یا حاصل ہوں گی یا نہیں اگر حاصل ہوگئیں تب تو لوجہ اس کے کہ یہ شخص انہی کو درویشی سمجھتا تھا، اپنے کو کامل سمجھنے لگتا ہے اور ان ہی کیفیات پر بس کرکے پرہیزگاری اور عبادات سے بے فکر ہوجاتا ہے اور عبادات کی ضرورت اپنے لئے نہیں سمجھتا،

یا کہ کم عبادات کو بے قدر ضرور سمجھنے لگتا ہے اور اگر حاصل نہ ہوئیں تو غم میں مرنے گھلنے لگتا ہے۔ اور کچھ اسی کی خصوصیت نہیں بلکہ جو شخص بھی ایسی باتوں کی خواہش کرے گا جو اختیار سے باہر ہیں غم اور پریشانی میں مبتلا رہے گا۔ کوئی سمجھتا ہے کہ پیر صاحب کے پاس عمل بڑے بڑے اچھے ہیں جب ضرورت ہوگی ان سے تعویذ گنڈے لے لیا کریں گے۔ یا پیر صاحب کی دعا بہت قبول ہوتی ہے مقدموں میں اور دنیا کی ضرورتوں میں ان سے دعا کرا لیا کریں گے اور سب کام ہماری مرضی کے موافق ہو جایا کریں گے گویا ساری خدائی پیر صاحب کے قبضہ میں ہے، یا ہم ان سے ایسی چیز سیکھ لیں گے کہ ہم برکت والے ہو جاویں گے کہ ہمارے دم کرنے اور ہاتھ پھیرنے سے بیمار اچھے ہو جاویں گے بلکہ ایسے لوگ بزرگی ان ہی عملوں کو اور ان کے اثر کو سمجھتے ہیں چونکہ ان عملوں کو بزرگی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ نیت بالکل دنیا ہی کا چاہنا ہے اس لئے غلطی در غلطی ہے، کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ذکر و شغل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ کچھ روشنی دکھائی پڑے گی یا کوئی آواز سنائی دے گی یہ بھی بالکل غلط خیال اور نا سمجھی ہے کیونکہ اول تو یہ ضروری نہیں کہ ذکر اور شغل کرنے سے روشنی معلوم ہو یا آواز سنائی دے اور نہ ذکر و شغل کرنے سے روشنی وغیرہ کا دکھلائی پڑنا مقصود ہے۔ دوسرے ذکر و شغل کرنے سے جو روشنی نظر آتی ہے یا جو رنگ دکھلائی دے یا جو آواز سنائی دے بعض دفعہ یہ ذکر و شغل کرنے والے کے دماغ کا فعل ہوتا ہے غیب کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ تیسرے اگر مان بھی لیا جاوے کہ غیب کی چیز دکھلائی پڑی یا غیب کی آواز سنائی پڑی تو اس سے کیا فائدہ ہوا غیب کی آواز معلوم ہو جانے سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل نہیں ہو جاتی اللہ تعالیٰ کی نزدیکی تو اس کی عبادت اور فرمانبرداری سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض دفعہ شیطانوں کو فرشتے دکھلائی دیتے ہیں، مگر وہ شیطان کے شیطان رہتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد کافروں کو غیب کی بہت سی باتیں معلوم ہو جاویں گی تو جو بات کافر کو بھی معلوم ہو جائے اگر وہ بات حاصل ہو گئی تو کیا کمال ہو گا جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ جتنی باتیں مذکور ہوئیں مقصود درویشی سے ان میں سے کسی کا حاصل ہونا بھی

نہیں اس لیے ان سب خیالوں کو دل سے نکال کر اصلی غرض اور مقصود درویشی
سے اللہ کی رضامندی سمجھے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کو بجا
لاوے اور ذکر پابندی سے کرے پیر یہی بتلاتا ہے اور مرید اسی پر عمل کرتا ہے اگرچہ؏
کوئی کیفیت معلوم نہ ہو اور نہ کوئی کمال اس کے خیال میں حاصل ہو۔ تب بھی آخرت
میں ذکر اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے بجالانے کا فائدہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے

؏ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جتنے دین کے کام ہیں سب سے غرض اور مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش
ہو اور دوزخ سے نجات اور جنت نصیب ہو پھر بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ چاہے کوئی فائدہ حاصل ہو یا نہ ہو
مقصود تو رضائے الٰہی ہے وہ آخرت ہی میں حاصل ہوگی مثلاً علم پڑھنے سے غرض یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
رضامندی حاصل ہو کوئی دنیوی فائدہ مقصود نہیں لیکن اگر کتاب سمجھ میں نہ آوے اور لیاقت نہ پیدا
ہو تو طالب علم سے یہ نہیں کہا جاتا کہ مقصود تو رضائے الٰہی ہے چاہے کتاب سمجھ میں آوے چاہے نہ آوے
لیاقت پیدا ہو یا نہ ہو آخرت ہی میں اس کا ثمرہ ضرور ملے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوگی اسی
طرح مقصود درویشی سے یہ ہے کہ دنیا کی محبت دل سے دور ہو اور اللہ کی یاد حاصل کرے سے
غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو جنت نصیب ہو دوزخ سے نجات ہو تو اگرچہ
کوئی کیفیت معلوم نہ ہو اور نہ کوئی کمال اس کے زعم میں حاصل ہو تب بھی آخرت میں ذکر اور اللہ تعالیٰ
کے حکموں کے بجالانے کا فائدہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے ظاہر ہوگا الخ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اس
عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ غفلت چاہے دور ہو چاہے دور نہ ہو اور اللہ کی یاد جس کو صوفی لوگ
نسبت کہتے ہیں چاہے حاصل ہو جاوے نہ ہو مگر سمجھے کہ مقصود حاصل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ
کی یاد ہونے کے بعد امور مذکورہ میں کسی امر کو مقصود نہ سمجھے مگر اللہ کی یاد وغیرہ سے اللہ کی رضامندی
کو مقصود جانے جس طرح علم سے مقصود رضامندی اللہ کی ہے کوئی اور چیز دنیوی کا حاصل ہونا
مقصود نہیں کیونکہ اللہ کی یاد کا خیال کرنا تو درویشی کا ایک جزو ہے جیسا کہ شروع کتاب میں کہا
گیا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان مذکورہ باتوں کے ساتھ نفل عبادتوں میں اور ہر دم خدا کی یاد میں
بھی رہے کسی دم غافل نہ ہو اور آگے چھٹی ہدایت میں آوے گا اور اگر ایک مدت تک ذکر کرنے سے
دل میں یکسوئی پیدا نہ ہو تو مناسب ہے کہ کوئی شغل بھی کر لیا جاوے اور اسی ہدایت میں ہے کہ جب
تک اس شخص کو جس کا ذکر ہو رہا ہے کسی قدر مضبوطی کے ساتھ نسبت باطنی حاصل نہ ہو جاوے اس وقت
تک لوگوں کو نفع پہنچانے میں مشغول نہ ہو ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مطلب نہیں

ظاہر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا دوزخ سے بچے گا اور حقیقت پیری مریدی کی یہی ہے کہ پیر وعدہ کرتا ہے ذکر اور اللہ کے حکموں کے بتلانے کا اور مرید اقرار کرتا ہے کہ پیر جو بتلا دے گا اس پر عمل ضرور کریگا اور اگرچہ پیر کی طرف سے یہ تعلیم اور مرید کی طرف سے پیر کے بتلائے ہوئے پر عمل بدون اس خاص طریقہ کے بھی ہو سکتا ہے کہ جس طریقہ سے مرید ہونے کا دستور ہے لیکن اس خاص طریقہ سے مرید ہونے میں یہ خاصیت ہے کہ پیر کی توجہ مرید پر زیادہ ہو جاتی ہے اور مرید کو پیر کا کہنا ماننے کا زیادہ خیال ہو جاتا ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک ہی پیر کرے اور اپنے پیر کو اس زمانہ کے سب بزرگوں سے اچھا سمجھے اس کی مصلحت فقط یہی ہے کہ اس صورت میں دونوں طرف سے تعلق بڑھ جاتا ہے۔ رہا ہاتھ میں ہاتھ لینا یا کوئی کپڑا وغیرہ عورت کو پکڑا دینا جبکہ وہ پاس ہو یہ بزرگوں کی ایک نیک رسم ہے اس اقرار کی مضبوطی کے واسطے جو کہ پیر اور مرید میں ہوتا ہے باقی یہ اقرار دونوں طرف سے بدون اس کے بھی ہو سکتا ہے اسی وجہ سے جو شخص دور سے مرید ہونا چاہیے اسکو بدون ہاتھ پر ہاتھ رکھے مرید کر لیتے ہیں اور حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دینے کا طریقہ اچھا ہے چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب بیعت فرماتے تھے تو مریدوں کا ہاتھ اپنے دست مبارک سے پکڑ کر بیعت فرماتے تھے اور کپڑے وغیرہ کو پکڑا دینا یہ بجائے ہاتھ پکڑنے کے ہے۔

ہدایت پانچویں جب تمکو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ درویشی کا راستہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰ سے آگے ؛ جو شبہ کرنے والے نے سمجھا ہے ۱۲ لطف اور ان کیفیتوں کا حاصل نہ ہونا بعض کے اعتبار سے ہے ورنہ اکثر تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہوتا ہے اور شاید کوئی بادجود محنت اور مشقت کے محروم رہتا ہو۔ چنانچہ اسی ہدایت میں ہے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا اس کے دل میں عجیب عجیب طرح کے علم اور معرفت کی باتیں جن کے بارہ میں مولانا رومی فرماتے ہیں پیدا ہوں گے الی قولہ اور ان باتوں کو حالات کہتے ہیں ۱۲ لطف

کے حکموں کو پوری طرح بجا لائے اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی
حاصل ہو اس سے یہ بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ یہ طریقہ شریعت کے خلاف نہیں ہے پس
یہ جو جاہل لوگ کہتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے اور مطلب اس کا یہ
لیتے ہیں کہ شریعت طریقت کے خلاف ہے۔ یہ بالکل غلط اور گمراہی ہے اور اگر کسی معتبر
بزرگ کی عبارت سے اس کا دھوکا اور شبہ ہوتا ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اور ہونے کے
دو مطلب ہیں ایک مطلب تو اور ہونے کا یہ ہے کہ یہ چیزیں دو ہیں کہ ایک نہیں دوسرا
مطلب اور ہونے کا یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز دوسری چیز کے خلاف ہے جیسے کہ کہا جاوے اسلام
اور ہے اور کفر اور ہے اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اسلام کفر کے اور کفر اسلام کے خلاف ہے یعنی ایک
چیز کو اگر اسلام کا قانون حرام بتلاتا ہے تو مذہب کفر اس کو حلال کہتا ہے۔ اور مذہب کفر
میں اگر ایک چیز حرام ہے تو اسلام میں وہ چیز حلال ہے خلاف اس کے اسلامی احکام جو
بہت سے ہیں وہ آپس میں ان معنی کے اعتبار سے الگ الگ نہیں البتہ اس معنی کے اعتبار
سے الگ الگ ہیں کہ وہ سب احکام ایک نہیں بلکہ کئی ہیں۔ مثلاً نماز کے احکام اور ہیں اور
زکوٰۃ کے احکام اور ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ ایک چیز کو نماز کے بیان میں جائز لکھا ہو
اور زکوٰۃ کے بیان میں ناجائز یا اس کا اُلٹا ہو کہ نماز کے بیان میں ایک چیز کو حرام لکھا
ہوا اور زکوٰۃ کے بیان میں اسکو حلال کہا ہو۔ پس شریعت اور طریقت کو اور کہنا یہ
مطلب لے کر کہ دوسرے کے خلاف ہے تو سراسر بددینی اور گمراہی ہے جیسا کہ بعض جاہل
سمجھتے ہیں کہ فلاں بات اگرچہ شریعت میں ناجائز ہے مگر فقیری میں جائز ہے۔ نعوذ باللہ
منہ البتہ اور کہنا اس مطلب سے کہ شریعت اور طریقت دو چیزیں ہیں۔ یہ ایک صورت
سے صحیح ہو سکتا ہے وہ یہ کہ شریعت خاص اُن حکموں کو کہا جاوے جو بدن کے ظاہری
اعضا یعنی ہاتھ زبان کان وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ۔ اور
طریقت خاص ان حکموں کو کہا جائے جو دل سے تعلق رکھتے ہیں جیسے صبر شکر توکل
محبت الٰہی تو اس صورت میں یہ طریقت کو اپنے سمجھنے کے لئے ایک نیا نام ہوگا۔ اور
یہ نام رکھنے کا ہر شخص کو اختیار ہے یہ کوئی جھگڑے کی بات نہیں اب کبر و ریا وغیرہ جو

فقہ کی کتابیں ہیں ان میں جو مسئلے لکھے ہیں ان کو شریعت کے مسئلے اور احیاء العلوم اور عوارف المعارف وغیرہ جن میں درویشی کی باتیں لکھی ہیں ان کو تصوف اور طریقت کے مسئلے کہنا صحیح ہوگا اور دونوں قسم کی کتابوں میں وہی فرق ہوگا جو نماز کے مسئلوں اور زکوۃ کے مسئلوں میں فرق ہے سو اس معنی کے اعتبار سے شریعت و طریقت کے الگ الگ اور جدا ہونے کا کسی کو انکار نہیں ہے انکار تو اس بات کا ہے کہ طریقت کی باتیں شریعت کے حکموں کے خلاف مانی جائیں اور اگر شریعت کے ایسے معنی لئے جائیں جس کے اعتبار سے اس میں سب احکام داخل ہوں۔ چنانچہ فقہ کے معنی عالموں نے ایسے ہی بیان کئے ہیں جو سب ظاہری اور باطنی حکموں میں شامل ہیں یعنی یہ کہا ہے کہ فقہ اُن سب باتوں کے جاننے کا نام ہے جن کے کرنے سے آخرت میں ثواب ہو یا عذاب اور طریقت و تصوف کے ایک معنی کئے جاویں جس کا بیان ہدایت اول میں آچکا ہے کہ درویشی سب حکموں کو بجا لانا ہے چاہے ظاہری حکم ہوں مثل نماز روزہ کے اور چاہے باطنی حکم ہوں مثل صبر و شکر وغیرہ کے تو دونوں کو الگ الگ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ شریعت اور طریقت کے ایک ہی معنی ہوئے صرف ایک چیز کے نام دو ہوں گے اور جس نے یہ کہا ہے کہ ع

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدارا

یعنی کنز و ہدایہ فقہ کی کتابوں سے اللہ نہیں مل سکتا اور اس کا کہنا اس پہلے معنی کی بنا پر ہے کہ شریعت احکام ظاہری کو اور طریقت احکام باطنی کو جو دل سے متعلق ہیں ان کو کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو خدا کے احکام دل کی درستی کے لئے ہیں وہ ان کتابوں میں نہیں ہیں۔

ھدایت چوتھی جبکہ مرید موافق ہدایت چوتھی اور ہدایت پانچویں کے اپنی نیت درست کرے تو اس کو چاہیے کہ اگر مرید ہونے کے بعد فرصت ملے تو چند دن اپنے پیر کے پاس رہے اور اگر اس کی نوبت نہ آئے تو دور ہی سے اس کی تعلیم پر عمل کرے بلکہ اگر مرید ہونے کے لئے بھی پیر کی خدمت میں نہ پہنچ سکے تو جہاں ہو وہیں سے بذریعہ خط کے یا کسی معتبر آدمی کے واسطے سے مرید ہو سکتا ہے۔ حاضر ہونے کی ضرورت نہیں اور طریقہ تعلیم ہر پیر کا جدا ہے

ان سب طریقوں کو اس کتاب میں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ایک چھوٹا سا دستور العمل لکھے دیتا ہوں جو بوجہ اس کے کہ انتہا درجہ کا اس میں نفع ہے اس قابل ہے کہ اس کو عطر تصوف کہا جائے اور یہ طریقہ بہت خاک چھان کر ہاتھ لگا ہے اور اصل سبب اس کتاب کے لکھنے کا اسی طریقے کو بیان کرنا ہے۔

یہ دستور العمل سب راہ درویشی کے چلنے والوں کے لئے بھی ہے جب تک وہ اپنے پیر تک نہ پہنچیں اور جو میرے دوست ہیں ان کے لئے ہمیشہ کے عمل کرنے کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید رکھتا ہوں کہ اس دستور العمل کے موافق عمل کرنے والا محروم نہ رہے گا پھر اگر کوئی شخص اس دستور العمل پر عمل کرے اور اس کا پیر اسی دستور العمل کو پسند کرے اور اجازت دیدے تو فقط آسان ہو۔ اور اگر اس کے وظیفوں میں اور جو ذکر و شغل اس میں لکھے ہیں ان میں کچھ کمی بیشی کرے یا اس کے علاوہ اور کچھ بتلائے تو جیسا وہ کہے ویسا کرے۔ البتہ اس دستور العمل میں جو ضروری باتیں شروع میں لکھی ہیں ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی ہے وہ ویسی ہی رہیں گی۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ خلاصہ اس دستور العمل کا یہ ہے کہ اس راہ کا چلنے والا یا عامی ہے یعنی عالم نہیں یا عالم ہے اور ہر ایک ان میں سے یا کمانے اور بیوی بچوں کے حقوق کے ادا کرنے سے بے فکر ہوگا یا بیوی بچوں کے حقوق کرنے کی اور کمانے کی فکر میں لگا ہوگا، یہ کل چار قسمیں درویشی کی راہ چلنے والوں کی ہیں ایک وہ عامی جو کمانے اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے سے بے فکر ہے دوسرا وہ عامی جو کہ کمانے اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے تیسرا وہ عالم جو دنیا کے کاموں سے خالی ہے چوتھا وہ عالم جو روزگار کے کام میں لگا ہوا ہے ہر ایک کے لئے ایک ایک دستور العمل ہے۔

دستور العمل اس شخص کا جو عالم نہیں اور دنیا کے کام سے بےفکر نہیں ہے۔

یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے عقیدے ٹھیک کرے اور ضروری مسئلے سیکھے اور بہت اہتمام سے ان مسئلوں کی پابندی کرے اور جب کسی نئے مسئلے کی ضرورت پڑے کسی عالم سے پوچھ لے اور اگر پیر اس کا عالم ہے تو وہ سب سے بہتر ہے جو کچھ ضرورت ہو اس سے پوچھ لے

اور اگر ہو سکے تو تہجد آخیر رات میں پڑھے ورنہ عشا کے بعد ہی وتر سے پہلے کچھ نفلیں تہجد کی جگہ پڑھ لیا کریں اور بعد پانچوں نمازوں کے اور پانچوں نمازوں کے بعد جتنی نہ ہو تو جن نمازوں کے بعد جتنی ہو سبحان اللہ سو بار اور لا الٰہ الا اللہ سو بار اور اللہ اکبر سو بار اور سوتے وقت أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ سو بار پڑھا کرے اور ہر وقت اٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھتا رہے اس میں وضو اور کسی گنتی کی ضرورت نہیں ہے وضو اور بے وضو ہر حال میں درود شریف پڑھا کرے۔ لیکن تسبیح[۱] ہر وقت ہیں لئے نہ پھرے اور اگر قرآن پڑھا ہوا ہو تو روزانہ کسی قدر قرآن شریف کی تلاوت[۲] بھی کر لیا کرے اور اس کتاب کے اخیر میں جو مردوں اور عورتوں کو نصیحتیں لکھی ہوئی ہیں ان کو کبھی کبھی دیکھ لیا کرے اور ان پر عمل کرے اور کبھی کبھی اپنے پیر کے پاس یا اور کوئی ایسے بزرگ اگر موجود ہوں جو پرہیزگار ہوں اور عقیدے ان کے اچھے ہوں۔

ان کے پاس جا بیٹھا کرے لیکن پیر کے پاس جانے میں اس کی پابندی نہ کرے کہ کچھ نہ کچھ لے کر ہی جانا چاہیے یہ تکلف سچی محبت کے خلاف ہے اور باقی جو وقت بچے بال بچوں کے لئے حلال روزی تلاش کرنے میں لگا رہے۔ بال بچوں کے لئے کمانا بھی عبادت ہے اور اگر یہ عامی عورت ہے تو جو وقت بچے اس میں گھر کا کاروبار جیسے اپنے شوہر کی خدمت کرنا اس کے لئے عبادت ہے اس کام میں لگی رہے۔ مگر عورت بدون اپنے شوہر کی اجازت کے پیر کے یہاں نہ جاوے اور جن دنوں میں حیض آوے ان دنوں میں بھی وظیفوں کے وقت میں وضو کر کے وظیفے پڑھ لیا کرے سوائے قرآن مجید کے کہ اس کا پڑھنا اس حالت میں درست نہیں۔

دستور العمل اس شخص کا جو عالم نہ ہو اور دنیا کے کام سے بے فکر رہے

اس شخص کا دستور العمل وہی ہے جو پہلے شخص کے لئے بیان کیا گیا مگر اتنی باتیں اور ہیں وہ یہ کہ اگر ہو سکے تو پیر کے پاس جا پڑے۔ لیکن اپنے کھانے پینے کی فکر ایسے طریقے سے کرے کہ کسی دوسرے پر اس کا بوجھ نہ پڑے اور اگر کوئی سامان ظاہری کھانے پینے کا نہ ہو تو اتنا ضرور ہونا چاہیے کہ دوسرے کے بھروسہ پر نہ رہے یا تو کچھ مزدوری

---

[۱] یعنی بلا ضرورت   [۲] اگر تسبیح کے بغیر ذکر کرنا یاد نہ رہے تو تسبیح لینے کا مضائقہ نہیں ۱۲ منہ

کرے اور اگر ہمت نہ ہو تو اللہ پر بھروسہ کرے۔ مل جاوے کھالے نہ ملے صبر کرے اور اگر پیر کے پاس نہ رہ سکے تو اپنے وطن میں رہے خواہ گھر میں یا کسی مسجد میں مگر جہاں تک ہو سکے آدمیوں سے الگ رہے۔ کسی کے پاس زیادہ آنے جانے نہیں جب تک کوئی دنیا یا دین کا کام نہ ہو میل جول نہ کرے اور جب کسی ضرورت سے ملنا ہو تو زبان کا بہت خیال رکھے کوئی بات ایسی جو شرع میں منع ہو جیسے کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہنا یا اور کوئی بات ایسی ہی منہ سے نہ نکلنے پاوے لیکن نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور تنہائی میں جو وقت ضروری کام اور راحت و آرام سے بچے اس میں قرآن شریف کی تلاوت کرے اور مناجات مقبول پڑھے یا نفلیں یا درود شریف یا استغفار پڑھتا رہے اور اگر کچھ پڑھا ہو تو تھوڑے وقت میں دین کی کتابیں بھی جو اردو فارسی میں ہیں کسی عالم کو دکھلا کر دیکھا کرے لیکن جہاں سمجھ میں نہ آوے اپنی عقل سے اس کا مطلب نہ بنالے کسی بڑے عالم سے پوچھ لے اور اگر اس بستی میں کہیں طالب علم یا اللہ اللہ کرنے والے موجود ہوں تو ان کی خدمت کرنے میں اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ خرچ کرے۔ اس سے دل میں نور بھی پیدا ہوتا ہے اور اپنی بڑائی بھی دل میں نہیں آتی اور کبھی کبھی نفل روزہ بھی رکھ لیا کرے باقی دونوں قسم کے آدمیوں کو جو کہ عالم نہ ہوں کوئی شغل نہ بتلانا چاہیے کیونکہ اس میں بہت باتیں پیدا ہوتی ہیں کہ ان سے خرابی کا ڈر ہے اور ان کی سہار عالم کے سوا دوسرا آدمی نہیں کر سکتا ہے البتہ اگر اس میں شوق دیکھے اور قابل اس کے سمجھے تو ذکر اللہ اللہ کا تین ہزار سے چھ ہزار مرتبہ تک تنہائی میں بیٹھ کر پڑھنے کو بتلادے مگر آواز اور ضرب کے ساتھ نہ ہو چپکے چپکے پڑھے اس سے زیادہ مناسب نہیں۔ باقی دوسرے وظیفے اور نفلیں جس قدر جی چاہے پڑھے البتہ اگر وہ شخص جو عالم نہیں ہے عالموں کی صحبت میں رہنے سے مثل عالموں کے سمجھدار ہو گیا ہو وہ عالم کے مثل ہے اس کو شغل بتلانے میں حرج نہیں۔

دستور العمل اس عالم کا جو دینی یا دنیوی کام میں لگا ہو!
یہ ہے کہ جو وقت فرصت کا ہو اور دل فکر سے خالی ہو اور پیٹ نہ بھرا

ہو نہ بھوک لگی ہو ایسے وقت کو مقرر کرکے اس میں بارہ ہزار سے لے کر چوبیس ہزار مرتبہ تک جتنا ہو سکے تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ ذکر کے ساتھ ہلکی آواز ہلکی ہلکی ضرب کے ساتھ دل کو ذکر کی طرف لگا کر پڑھا کریں اور تہجد کی پابندی کریں اور کسی وقت قرآن شریف کی تلاوت اور مناجات مقبول عربی یعنی قربات عند اللہ وصلوات الرسول کی ایک منزل روزانہ ہمیشہ پڑھا کریں اور اگر مدرس ہیں تو بہتر ورنہ تھوڑا وقت علم دین پڑھنے والوں کو پڑھانے میں ضرور صرف کیا کریں اور کبھی کبھی جب ضرورت دیکھیں یا سننے والے شوق ظاہر کریں ضروری مسئلوں کا وعظ بیان کر دیا کریں۔ مگر وعظ میں جو باتیں ضروری نہ ہوں ان کو بیان نہ کریں اور جو ضروری بات ہو اور عام لوگ اس سے بھڑکتے ہوں اس کو نہ تو گول گول کہیں اور نہ سختی سے کہیں بلکہ صاف کہیں لیکن نرمی کے ساتھ اور وعظ کا عوض نہ لیں نہ عام لوگوں کے زیادہ پیچھے پڑیں نہ ان کو سخت کہیں کہ اس سے خواہ مخواہ عداوت پیدا ہو جاتی ہے اور احیاء العلوم اور جیسی کتاب ہو دیکھا کریں لیکن اپنے پیر سے دور رہ کر شغل نہ کریں۔ البتہ اگر تھوڑے دن پیر کے پاس رہ کر یہ کام کیا ہو اور وہ اب بھی اس کو کرنے کو کہے تو کچھ حرج نہیں۔

دستور العمل خاص اس عالم کا جو کام میں لگا ہوا نہ ہو

اگرچہ یہ فرصت چند ہی دنوں کی ہو جس کی مدت کم سے کم چھ مہینے سے یہ ہے کہ تھوڑے دن اپنے پیر کے پاس رہ کر ذکر کریں اور ان کے لئے فقط اتنا ذکر کافی ہے کہ بعد تہجد کے بارہ تسبیح یعنی لا الٰہ الا اللہ دو سو بار اور الا اللہ چار سو بار اور اللہ اللہ اس طرح کہ پہلے لفظ اللہ میں پیش ہو اور دوسرے لفظ اللہ میں جزم چھ سو بار اور فقط اللہ سو بار یہ تیرہ تسبیحیں ہوئیں مگر نام ان کا بارہ تسبیح ہے ان کو تھوڑی آواز اور ہلکی ضرب سے کریں لیکن یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ زور سے ذکر کرنا اور ضرب لگانا خود کوئی ثواب کی بات نہیں ہے ایسا اعتقاد کرنا گناہ ہے اور حدیث میں جو آیا ہے اِرْبَعُوا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا یعنی نرمی کرو تم اپنی جانوں پر کیونکہ نہ تم بہرے کو پکارتے ہو اور نہ اس شخص کو جو

زور سے یہ ممانعت میرے نزدیک اسی صورت میں ہے جب ذکر زور سے اسی
اعتقاد سے کرے اور بعض عالموں نے اس حدیث کا مطلب یہ کہا ہے کہ اتنا چلا کر ذکر
نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ مثلاً سونے والے پریشان ہوں اور امام ابوحنیفہؒ
نے جو زور سے ذکر کرنے کو منع کیا ہے اس کی بھی یہی وجہیں ہیں جو بیان ہوئیں اور نہ
زور سے ذکر کرنا جائز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
وسلم کے زمانے میں نماز ختم ہونے کی یہ علامت تھی کہ لوگ زور زور سے اللہ اکبر
اللہ اکبر کہتے تھے اور حدیث کی کتابوں میں وتر کے بعد سبحان الملک القدوس
کہتے وقت آواز بلند کرنے کی حدیث موجود ہے اور فائدہ زور سے ذکر کرنے میں
یہ ہے کہ اس سے وسوسے اور خیالات کم آتے ہیں کیونکہ اپنی آواز جو کان میں
آتی رہے دل آسانی سے ادھر متوجہ رہ سکتا ہے سو یہ فائدہ تھوڑی سی آواز سے
ذکر کرنے میں بھی حاصل ہے اسی طرح ضرب لگانے میں بھی ثواب نہیں ہے
اس میں بھی طب کے قاعدے سے ایک فائدہ ہے۔ وہ یہ کہ ایک سخت جھٹکا ہے
——— دل میں گرمی پیدا ہوتی ہے اور گرمی سے دل نرم ہو جاتا ہے
اور دل کی نرمی سے ذکر کا اثر ہوتا ہے اور ذکر کے اثر سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری
کا خیال اور اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ دونوں دین میں مقصود ہیں پس
ضرب خود دین میں مقصود نہیں بلکہ جو باتیں مقصود ہیں جیسے محبت وہ ان کے
حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور ان کا ذریعہ بن جانے سے ذریعے کے درجہ میں ضرب
بھی مقصود ہو گئی لیکن بہت زور سے ضرب لگانے میں خفقان ہو جانے کا ڈر ہے
اس لئے اوسط درجہ کی ضرب لگائے اور اس سے زیادہ نہ بڑھائے ایک اور
بات قابل سمجھنے کے ہے وہ یہ کہ تصوف کی کتابوں میں ذکر کرتے وقت گردن دہنی
اور بائیں طرف لے جانے کو لکھا ہے سو جان لینا چاہیے کہ پہلے زمانہ میں لوگ
طاقت والے تھے اور دماغ ان کے مضبوط تھے اس کی سہار کر لیتے تھے۔ بلکہ بوجہ
طاقت دار ہونے کے بدن ان کے ان میں ذکر کا اثر ہی نہیں ہوتا اس لئے ان کو

اس کی ضرورت تھی کہ گردن کو داہنی طرف لے جاکر ضرب لگا دیں تاکہ زور سے ضرب لگے اور اب لوگ کمزور ہیں ہلکی ضرب سے بھی دل میں اثر پیدا ہو جاتا ہے اس لئے اب ایسا نہ کیا جاوے ورنہ دماغ کے خراب ہو جانے کا ڈر ہے بس اتنا ہی کافی ہے لا اِلٰہ کے ساتھ سارے بدن کو آہستہ آہستہ داہنی طرف ذرا جھکا دیں اور اِلا اللہ کے ساتھ بائیں طرف لے آویں اور اتنی حرکت بھی اس لئے ہے کہ بدن کو ایک حالت پر رکھ کر جی تنگ ہونے لگتا ہے بدن کے اتنا ہلانے سے ذرا آسانی ہوتی ہے ورنہ ضرورت اس کی بھی نہیں ہے اور پھر ضرب لگانے کے وقت گردن کو جھکا دینے کی بھی ضرورت نہیں بس اتنا کافی ہے کہ ضرب لگانے کے وقت جہاں اِلا کا ہمزہ یعنی الف نکلتا ہے اس پر ذرا آواز کا زور ڈال دیا جاوے چونکہ سینہ اس آواز کے نکلنے کی جگہ سے یعنی حلق سے قریب ہے اس پر زور ڈالنے سے سینہ تک اثر پہنچ جاوے گا۔ اسی طرح باقی ذکروں میں بھی ضرب تو اسی طرح لگانے اور بدن کو حرکت دینا اس سے بھی کم کافی ہے یہ سارا بیان بارہ تسبیح کا ہوا پھر ذکر بارہ تسبیح کے کرنے کے بعد اگر نیند کا زور ہو تو ذرا سو رہے اور اگر نیند نہ آوے تو اس کو اختیار ہے چاہے ان بارہ تسبیح کے ذکروں میں سے کسی ذکر کو اور زیادہ کرے یا کچھ نہ کرے خالی رہے۔ پھر بعد نماز صبح کے قرآن شریف کی تلاوت کرے اور منزل مناجات مقبول پڑھے۔ اس کے بعد بارہ ہزار سے کر چوبیس ہزار بار تک جس قدر ہو سکے اَللہ اَللہ کا ذکر تھوڑی آواز و وسط درجہ کی ضرب سے تنہائی میں بیٹھ کر کرے اور دوپہر کو ذرا سو رہے بعد ظہر کے اسی طرح اَللہ اَللہ کا ذکر کرے بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک جتنا آسانی سے عصر کی نماز تک ہو سکے اور عصر کی نماز کے بعد اگر پیر کو کچھ کام نہ ہو تو پیر کے پاس بیٹھا رہے اور اگر پیر کسی کام میں لگا ہو یا وہاں موجود نہ ہو یا اس کے دل میں زیادہ شوق پیر کے پاس بیٹھنے کا نہ ہو

عہ یہ دو مرتبہ ہوا اور آخر میں دونوں جگہ ہ پر جزم ہے اور بارہ تسبیح میں جو اَللہ اَللہ ہے جو دو مرتبہ کہا جاتا ہے اور ایک بار گنا جاتا ہے ۱۲ لطف

تو جنگل باغ نہر ندی وغیرہ کی سیر کو چلا جاوے اور اگر پیر موجود ہو تو اس سے پوچھ کر جاوے اور اس وقت جب سیر کے لیے جاوے تو عام مسلمانوں کی قبروں اور اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت بھی کر لیا کرے پھر بعد مغرب کے گھنٹہ آدھ گھنٹہ جب تک جی لگے موت کا اور موت کے بعد جو کچھ حساب کتاب ہونے والا ہے اس کا مراقبہ کرے اور مراقبہ موت کا یہ ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر یہ سوچے کہ مرنے کے بعد باتیں ہوں گی۔ بلکہ ان باتوں کو یہ خیال کرے کہ گویا اسی وقت یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس مراقبہ سے دنیا سے نفرت پیدا ہوگی یہی محبت اور نفرت اس کا کام بنا دینے کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوں گے اور باقی جو وقت بچے اس میں چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھتا رہے یا اور جس ذکر میں جی لگتا ہو وہ ذکر کیا کرے، پاس انفاس جو مشہور ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ کوئی دم اللہ کی یاد سے خالی نہ جاوے جتنا ذکر ہو اور جو طریقہ اس کا مشہور ہے خاص اسی طریقہ سے کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ بھی ایک طریقہ ہے اس کے طریقوں میں سے پھر اگر اس ذکر کرنے کے وقت دیکھے کہ یکسوئی پیدا ہوتی ہے اور دن بدن[لہ] بڑھتی جائے اور خیالات کم آویں اور جی ذکر میں لگا کرے جب تو میرے نزدیک شغل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہمیشہ پرہیزگاری کا خیال رکھنا اور مراقبہ جس کا بیان ہوا ہمیشہ کرتے رہنا کافی ہے عمر بھر اس کو کرتا رہے آخرت میں تو اس کا پھل یقیناً ملے گا اور اصل وعدہ پھل ملنے کا آخرت ہی میں ہے لیکن دنیا میں اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اس کے دل میں عجیب عجیب طرح علم اور معرفت کی باتیں جن کے بارے میں مولانا رومی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

یعنی تو اپنے اندر بدون کتاب اور بدون تقریر دہرانے والے اور بدون استاد

لہ یکسوئی کا پیدا ہونا کچھ نہیں یہ نسبت کا مقدمہ قریب ہے اور نسبت کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں نسبت صوفیہ غنیمتی است عظمیٰ ۱۲ لطف منہ ۔ درویشی میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کا نام ہے

کے لیے ایسے ایسے علم دیکھے گا جو نبیوں کو ملے تھے (گر انہی کے طفیل میں ملیں گے) اور
نئی نئی کیفیتیں پیدا ہوں گی، کبھی ذوق شوق ہے، کبھی محبت وانس کی کیفیت ہے
کبھی ہیبت ہے اور احکام شرعی کی حکمتیں ظاہر ہوں گی اور اس کا برتاؤ اللہ
تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کا برتاؤ اس کے ساتھ درست ہو جاوے گا اور جو
بات اس سے ایسی واقع ہوگی کہ اس پر ہوشیار کرنے کی ضرورت ہے اس پر ہوشیار
کر دیا جاوے گا اور معلوم ہو جایا کرے گا کہ یہ بات مجھ سے اچھی طرح واقع نہیں ہوئی
ان باتوں میں جو لذت ہے اس کے سامنے سارے جہان کی بادشاہت بھی مٹی کے
برابر ہے اور ان باتوں کو حالات کہتے ہیں چونکہ اول تو ہر شخص کو نئے حالات پیدا
ہوتے ہیں ان سب کو لکھنا ممکن نہیں ہے ایسے وقت پیر کے پاس آنا ضروری ہے
وہی ان حالات کی حقیقت بیان کرتا ہے اور اگر حاجت ہوئی تو جو کچھ ذکر و شغل
مرید کر رہا ہے اس میں جو اس کو مناسب ہوتا ہے تبدیلی کرتا ہے اور پیر کے
پاس رہنے میں جو فائدے ہیں جو اس ہدایت کے آخر میں بیان ہوں گے ان باتوں
کے جاننے کو کشف الٰہی کہتے ہیں باقی کشف کونی (یعنی پوشیدہ چیزوں کا حال
معلوم ہو جانا یا جو بات آگے چل کر ہونے والی ہے اس کا ظاہر ہو جانا) کشف الٰہی
کی برابر نہ اس میں لذت ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہونے میں اس
کی برابر ہے موسیٰ علیہ السلام کشف الٰہی میں زیادہ تھے اور خضرؑ کشف کونی میں پھر
ظاہر ہے کہ کس کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے رہی یہ بات کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ
بڑھا ہوا تھا تو ان کو اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کے پاس جانے کا کیوں حکم فرمایا
سو حضرت خضرؑ کے پاس بھیجنے سے اس بات کا سکھلانا منظور تھا کہ بات کرنے میں
بے دھڑک منہ سے کوئی بات نہ نکال دیا کریں سوچ سمجھ کر بات کہا کریں کیونکہ
ان سے کسی نے پوچھا تھا کہ اس وقت سب سے بڑا عالم دین کون ہے آپ نے فرمایا
اَنَا اَعْلَمُ کہ سب سے بڑا عالم میں ہوں یہ آپ کا فرمانا اس اعتبار سے صحیح
تھا کہ جو علم ضروری ہیں ان سب سے زیادہ میں جانتا ہوں لیکن بات آپ نے

ایسی کہی تھی جس سے سننے والے کو دھوکا ہو سکتا تھا کہ ہر قسم کے علموں کے جاننے کا دعویٰ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بات دکھلادی کہ دیکھو کشف کونی میں حضرت خضر علیہ السلام تم سے زائد ہیں اگرچہ یہ کشف ..... درجہ میں کشفِ الٰہی کی برابر نہ ہو مگر پھر بھی بلا قید یہ کہنا تو غلط ٹھہرا کہ میں سب سے زیادہ جانتا ہوں اس لیے بات کرنے میں یہ کہدینا چاہیئے تھا کہ کشف کونی میں سب سے زیادہ نہیں ہوں اور جس کو کشف الٰہی ہوتا ہو اگر اسکے متعلق پیری مریدی کی خدمت اور مخلوق کے باطن کی اصلاح و درستی ہو جائے تو وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے اور کشف کونی والے کے متعلق اگر خلق کی دنیوی اصلاح و درستی بھی ہو جائے تو قطب التکوین کہلاتا ہے ایک مدت تک ذکر کرنے سے دل میں یکسوئی پیدا نہ ہو تو مناسب ہے کہ کوئی شغل بھی کر لیا جاوے۔ اشغال بہت ہیں میرے نزدیک نفع بخش اور آسان شغل انحد[1] ہے اور اچھا وقت آخیر رات ہے بارہ تسبیح کے بعد لیکن دم روک کر نہ کرے۔ آج کل اکثر اس سے دل و دماغ دونوں کمزور ہو جاتے ہیں فقط آنکھیں بند کرلے اور کانوں میں کلمہ کی انگلی دے کر ذرا زور سے بند کرلے اس سے کان میں ایک آواز ایسی پیدا ہوگی جس کی کوئی حد اور انتہا نہ معلوم ہوگی اور معلوم ہوتا ہے اس شغل کو انحد اسی وجہ سے کہتے ہیں کیونکہ ان معنی ہندی زبان میں نہیں کے ہیں پس معنی انحد کے بیحد ہوئے اور اس آواز کی طرف دل سے دھیان رکھے اور زبان سے یا دل سے اللہ اللہ کہتا رہے تاکہ اتنا وقت غفلت میں نہ گذرے اس لیے کہ اس آواز کا دھیان رکھنا ذکر نہیں ہے کیونکہ یہ آواز نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی صفت تو ہے نہیں جیسا کہ

---

[1] یہ اول تخمین سے لکھدیا تھا پھر تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ نادی ہے جس کے اصل معنی ہندی میں قدیم کے ہیں یہ شغل ماخوذ ہے شاغلان ہند سے ان کا اعتقاد اس صورت کے متعلق قدیم ہونے کا تھا اسی نام میں تغیر ہو کر انحد مشہور ہو گیا لیکن یہ اعتقاد باطل ہے ۱۲ منہ

بعض لوگوں کو دھوکا ہوگیا ہے بلکہ عالم غیب میں سے کسی مخلوق کی بھی آواز نہیں صرف اسی شخص کے دماغ میں ہوا بند ہونے سے یہ آواز پیدا ہوگئی ہے اور اس کے سننے میں لذت آتی ہے بلکہ بعض دفعہ اس شغل میں ایسی آوازیں ہوتی ہیں کہ دل بے قابو ہو جاتا ہے اور شغل کرنے والا بےخود ہو جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز حواس مثلاً کان، آنکھ وغیرہ سے معلوم ہو اور اس میں لذت بھی ہو اس کی طرف متوجہ ہونے سے اور خیالات جلتے رہتے ہیں تو اس سے عادت پڑ جاتی ہے ایک طرف متوجہ رہنے کی پھر جب ایک طرف توجہ کرنے کی عادت ہو جاتی ہے تو پھر اس شغل کو چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا حکم کیا جاتا ہے اور اول اول اللہ کی طرف توجہ کرنا دشوار تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دکھلائی نہیں دیتے اس بیان سے تمہاری سمجھ میں آگیا ہوگا کہ شغل خود مقصود نہیں البتہ مقصود حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد ہر دم رہنے میں اس سے مدد ملتی ہے جیسا کہ بیان ہوا اس لئے اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جس بات کے حاصل کرنے کا شرع میں حکم ہے شغل اس کا ذریعہ ہے، بلکہ غور کرنے سے شغل کی اصلیت حدیث سے بھی نکلتی ہے چنانچہ نماز میں سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھنا سنت ہے اور فائدہ اس میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ نگاہ رکھنے سے خیالات نہیں آتے نماز کی طرف توجہ رہتی ہے۔ واللہ اعلم۔ اور جس طرح یہ آواز دماغ میں پیدا ہوتی ہے اسی طرح اور اشغال میں اور کبھی کبھی ذکر میں بھی طرح طرح کے رنگ کے نور جو نظر آنے لگتے ہیں وہ بھی دماغ ہی سے اکثر پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو شغل نہ کرتا ہو اگر اسی طرح آنکھیں بند کرکے دیکھے تو اس کو طرح طرح کے رنگ نظر آیا کرتے ہیں اس سے کبھی دھوکا نہ کھائے اور ان چیزوں کی طرف ذرا توجہ نہ کرے بلکہ اس سے بڑھ کر غیب کی چیزیں بھی نظر آجاویں چنانچہ بعض اوقات جب یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے ایسا بھی ہو جاتا ہے تب بھی ذرا اس طرف متوجہ نہ ہو نہ اس سے لذت لیوے خواہ وہ چیزیں جو نظر آتی ہیں عالم دنیا کی ہوں یا عالم غیب کی کیونکہ سب غیر اللہ ہیں بلکہ مطلق

ارشاد حضرت پیر ومرشد علیہ الرحمۃ دنیا کی چیزوں سے جنت کا تعلق ہونا اللہ تعالیٰ سے اتنا دور نہیں کرتا جتنا کہ عالم غیب کی چیزوں سے قلب کا تعلق ہونا اللہ تعالیٰ سے دور کرتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کا طالب ہو اس کو چاہیئے کہ ان سب کو دل سے نکال پھینکے اور ان شعروں کا مطلب خیال میں رکھنا چاہیئے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ وباقی جملہ رفت مرحبا ای عشق شرکت سوز رفت

مطلب ان شعروں کا یہ ہے کہ عشق الٰہی کا شعلہ جب بھڑکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب جل جاتی ہیں یعنی سب کا خیال دل سے نکل جاتا ہے اے اللہ کے طالب جو کچھ اللہ کے سوا ہے اس کو لا کی تلوار سے قتل کر ڈال یعنی لا الہ الا اللہ جب تو کہے تو لا الہ کے وقت خیال کر کہ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں قابل محبت نہیں سب کو میں دل سے نکالتا ہوں پھر غور کر کہ لا کے بعد کیا رہتا ہے یعنی لا الہ کہہ کر جب تو سب چیزوں کو دل سے مٹا دے گا تو الا اللہ کہنے کے وقت خیال کر کہ اب میرے دل میں کیا رہا ہے ہم سے سن کر صرف اللہ باقی رہ جائے گا اور سب گم ہو جاوے گا مطلب یہ کہ لا الہ کہنے کے وقت سب چیزوں کی محبت اور خیال دل سے نکال ڈال اور الا اللہ کہنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی محبت اور خیال کو دل میں جما تا کہ کسی چیز کا تعلق اور خیال اللہ تعالیٰ کے تعلق اور خیال کے سوا دل میں تیرے باقی نہ رہے آگے عشق کی تعریف فرماتے ہیں کہ اے عشق شاباش ہو تجھ کو تو شرکت کا بالکل نیست ونابود کر دینے والا ہے اور اگر اس کا پیر کامل کوئی اور مراقبہ یا شغل اس کو بتلاوے جو اس کے مناسب اس کو معلوم ہو تو وہی مراقبہ اور شغل کرے۔ لیکن خاص شغل تصور[1] شیخ اور مراقبہ

---

[1] تصور شیخ میں یہ ضرور ہوتا ہے کہ پیر کی صورت کا کثرت سے خیال کرنے کی وجہ سے اس کی صورت کا دھیان بندھ جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اس کی صورت نظر آنے لگتی ہے جس سے آدمی سمجھنے لگتا ہے

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

وحدت الوجود ہے چونکہ اکثر علم والوں کو بھی ضرر ہوتا ہے اس لئے قابل ترک ہے اس کو نہ کرنا چاہیئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت کہ شراب اور جُوا حلال تھا، ان کی نسبت فرمایا ہے کہ اثمھما اکبر من نفعھما یعنی جو گناہ ان دونوں چیزوں میں ہے وہ زیادہ ہے اُس نفع سے جو ان میں ہے اور اس ذکر و شغل سے جو وقت بچے اس میں کچھ نہ کچھ ذکر زبان سے دل کی توجہ کے ساتھ کرتا ہے خواہ درود شریف پڑھا کرے اور میرے نزدیک یہ سب سے بہتر ہے خواہ استغفار پڑھے خواہ کلمہ طیبہ خواہ اور کچھ جس میں دل لگے اور ان اوقات میں دل سے ذکر کرنے پر بس نہ کرے کیونکہ اکثر اس میں یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ آدمی کو یہ خیال نہیں رہتا کہ اس وقت دل میں اللہ کی یاد نہیں رہی اور اس سے بڑھ کر کبھی یہ دھوکا ہوتا ہے کہ اللہ کی بھول عہ کو آدمی یوں سمجھ بیٹھتا ہے کہ اللہ کی یاد میں بالکل غرق ہو گیا ہوں اور دو چیزوں سے بچنے کا ہر وقت خیال رکھے ایک یہ کہ کسی دم اللہ کی یاد دل سے دور نہ ہونے پائے جس کی تدبیر یہ ہے کہ ہر وقت ذکر کرتا رہے، دوسرے گناہ سے بہت بچے خواہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا دل سے ہو یا زبان سے ہاتھ پاؤں آنکھ کان سے اللہ کی یاد نہ رہنے سے دل کا نور جاتا رہتا ہے اور گناہ سے دل کا نور بھی جاتا رہتا ہے اور اللہ سے دوری بھی ہو جاتی ہے اور یہ بڑا نقصان ہے اور اگر اتفاقاً کبھی خیال نہ رہنے کی وجہ سے یا نفس کی شرارت سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً نہایت شرمندگی اور عاجزی کے ساتھ توبہ کرے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگے خاص کر بعض گناہوں سے اس راہ میں بہت ہی نقصان ہوتا ہے ایک ریا یعنی لوگوں کے دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل کرنا۔ دوسرے تکبر

بقیہ صفحہ ۲۴: بلکہ پیر مرید کے ساتھ رہتا ہے اور اس کو خبر ہے اور وحدت الوجود کے شغل میں یہ ضرور ہے کہ آدمی مخلوقات کو عین حق سمجھنے لگتا ہے اور پھر حرام حلال میں فرق نہیں کرتا ہے ۱۲ لطف

عہ بھول کو یاد اس لئے سمجھتا ہے کہ غیر خدا کا خیال جب نہیں پاتا تو اس کو اللہ کا خیال سمجھتا ہے حالانکہ نہ وہ غیر کا خیال ہے نہ خدا کا بلکہ بالکل عدم خیال ہے ۱۲ لطف

یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا جب آدمی میں تکبر ہوتا ہے تو اس سے کبھی کوئی آدمی فخر کرنے لگتا ہے اور کبھی بڑائی کا گمان ہو جاتا ہے خواہ دنیوی کمال میں ہو یا دینی کمال میں۔ تیسرے زبان سے کسی کی غیبت یا شکایت کرنا یا کسی پر طعن یا اعتراض کرنا بلکہ اکثر بیکار اور بے ضرورت باتیں کرنے سے بھی دل کی نورانیت کو نقصان پہنچتا ہے اور اسی وجہ سے اس راہ میں قدم رکھنے والے کو لوگوں سے بے ضرورت میل جول نہ رکھنا چاہیئے چوتھے کسی نامحرم عورت یا لڑکے کی طرف شہوت سے نظر کرنا یا اس کا خیال دل میں لانا۔ پانچویں بیجا یا حد سے زیادہ غصہ کرنا یا بد خلقی اور سختی کے ساتھ کسی سے بات کرنا اسی طرح اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں نہ رہنے کی بھی بعض قسم خاص طور پر زیادہ نقصان کی چیز ہے یہ قسم وہ ہے جو دنیا کے تعلقات کے سبب ہو یہ قسم ذکر کرنے سے بھی دور نہیں ہوتی۔ جب ذکر میں مشغول ہوگا بار بار دل اس کی طرف کھنچے گا اور ہی دستور العمل میں ایک بات ضروری یہ ہے کہ جب تک اس شخص کو جس کا ذکر ہو رہا ہے کسی قدر مضبوطی کے ساتھ نسبت باطنی حاصل نہ ہو جائے (جس کا مطلب ابھی آگے آتا ہے) اس وقت تک لوگوں کو نفع پہنچانے میں مشغول نہ ہو نہ ظاہری نفع پہنچانے میں مشغول ہو نہ باطنی نفع پہنچانے میں یعنی نہ طالب علموں کو پڑھاوے نہ عام لوگوں کو وعظ سناوے، نہ بیماروں کا علاج کرے نہ تعویذ گنڈے لکھے نہ پیری مریدی کرے بالکل ایک کونہ میں گمنام پڑا رہے ہاں اگر ان باتوں میں کسی بات کے کرنے میں بالکل مجبور ہی ہو جاوے تو اور بات ہے۔ اور علامت نسبت باطنی کے حاصل ہونے کی دو ہیں ایک یہ کہ اللہ کی یاد دل میں ایسی جم جاوے کہ کسی دم دل سے دور نہ ہو اور اللہ کی طرف زیادہ کوشش اور فکر رکھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی طرف چاہے وہ احکام ایسے ہوں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے طریقے بتلائے ہیں اور چاہے وہ احکام جن میں بندوں

کو آپس میں معاملہ کرنے کے طریقے بتلائے ہیں اور چاہے وہ احکام ہوں جن میں بات چیت کرنے کا طریقہ بتلایا ہے اور چاہے وہ احکام ہوں جن میں نشست و برخاست اور تمام کاموں کا طریقہ بتلایا ہے ان سب حکموں کی طرف ایسی رغبت ہو جائے اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے اُن باتوں سے ایسی نفرت ہو جائے جیسی کہ ان چیزوں کی طرف رغبت ہوتی ہے جو اپنے جی کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور جیسی کہ ان چیزوں سے نفرت ہوتی ہے جو اپنے جی کو بری معلوم ہوتی ہیں اور حرص دنیا کی دل سے نکل جائے اور اس کی سب عادتیں مطابق قرآن شریف کے ہو جاویں البتہ اگر طبعی سُستی کسی حکم بجالانے میں واقع ہو یا کوئی برا وسوسہ آپ ہی آپ دل میں آوے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کو یہ نہ سمجھا جاوے گا کہ شریعت کے حکموں کی رغبت اور شریعت میں جو باتیں منع ہیں ان سے نفرت پیدا نہیں ہوئی اور یہی مرتبہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور فرمانبرداری حاصل ہو جانے کا ہے جس کو ہم نے علامت نسبت باطنی کے حاصل ہو جانے کی تبلایا ہے محبت الٰہی کہلاتا ہے۔ اور اگر نسبت باطنی حاصل ہو جانے کے ساتھ غیب سے بعض علم کی باتیں اور بھید کی باتیں بھی اس کے دل میں آنے لگیں تو یہ شخص عارف کہلاوے گا۔ اب بعد حاصل ہونے نسبت باطنی کے پڑھانے، وعظ کہنے کتابیں تصنیف کرنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ علم دین کی خدمت کرنا سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے اور اگر پیر اس کو مرید کرنے اور ذکر شغل بتلانے کی بھی اجازت دیدے تو اللہ کے بندوں کو اس فائدہ کے پہنچانے میں بخیل نہ کرے لیکن اپنے کو بڑا نہ سمجھے بلکہ خلق کا خدمت گزار اپنے کو سمجھے اور اگر پیر اجازت نہ دے تو ہرگز ایسی جرأت نہ کرے اور نہ اپنی طرف سے اجازت مانگے کیونکہ یہ ہوس ہے بڑائی کی اور اگر پیر اجازت مانگنے سے اجازت بھی دے تو وہ اجازت کام کی نہیں بلکہ بڑا بننے سے چھوٹا رہنا بہت اچھا ہے البتہ پیر کا حکم ہو جانے کے بعد حکم نہ ماننا بھی مناسب نہیں کیونکہ اگر سب ایسا ہی کرتے تو سلسلہ ہی

درویشی کا بند ہو جاتا لیکن مریدوں سے امیدوار مال کا نہ ہے بلکہ اگر وہ کچھ نذرانہ بھی دیں تو مرید ہونے کے وقت تو بالکل قبول نہ کرے کہ یہ صورت بدلہ لینے کی سی ہے اور دوسرے وقت اگر خوشی سے اور حلال آمدنی سے موافق اپنی آمدنی کے اتنا دیں جس کے دینے سے ان کو پریشانی نہ ہو تو ایسی صورت میں ہدیہ قبول کر لینا سنت ہے۔ اور انکار کرنے میں مسلمان کی دل شکنی ہے اور اللہ کی ناشکری ہے اگرچہ وہ ہدیہ تھوڑا ہی ہو اور اگرچہ لوگوں کے سامنے دے جب بھی لینے میں عار نہ کرے کہ اس کا سبب بھی تکبر ہے یہاں تک دستورالعمل مذکور تمام ہوا اور اس دستورالعمل کی عبارت اس وجہ سے ذرا لمبی ہو گئی کہ اس میں گفتگو ذرا علم والوں ہی سے ہے ان کی تسلی بدون تفصیلی بیان کے نہ ہوتی اور نہ ان کو مزہ آتا ورنہ حاصل مطلب تھوڑا ہی ہے جس کو اب پھر دوبارہ اس لئے لکھے دیتا ہوں کہ اصل مطلب کے ٹکڑے اس لمبے بیان میں بکھر گئے ہیں اس کی فہرست یہ ہے۔ تہجد۔ تہجد کے بعد بارہ تسبیح۔ بعد نماز فجر تلاوت قرآن شریف اور ایک منزل مناجات مقبول کے بعد ذکر اللہ اللہ کا بارہ ہزار سے کہ چوبیس ہزار مرتبہ تک بعد عصر پیر کے پاس حاضر رہنا یا جنگل وغیرہ کی سیر کرنا اور اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنا بعد مغرب کے مراقبہ موت۔ باقی جو وقت بچے اس میں درود شریف پڑھنا بلا تعداد اگر ضرورت ہو تو شغل انحد کرنا۔ ہر ہر گھڑی کا خیال رکھنا ذکر پابندی سے کرنا گناہوں سے اور اللہ کی یاد نہ رہنے سے بچنا اور ان گناہوں سے خاص کر بچنا یعنی لوگوں کے دکھلانے کے لئے کوئی عمل کرنا، اپنے کو بڑا سمجھنا فخر کرنا، اپنے جی ہی جی میں اپنے کمالات پر خوش ہونا اور نفس کا پھولنا، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا، بیکار باتیں کرنا اور لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا، شہوت سے نامحرم عورت یا لڑکے کو دیکھنا یا اس کا خیال دل میں شہوت کے ساتھ لانا بہت غصہ کرنا، کج خلقی سے ملنا، دنیوی تعلقات بڑھانا اور جو باتیں اس قسم کی ہوں ان سے بچنا اور بقیہ فہرست یہ ہے نسبت باطنی حاصل ہونے تک

وعظ اور پڑھانے وغیرہ کو ترک کرنا۔ بدون اجازت پیر کے پیری مریدی نہ کرنا اور ذکر و شغل کی تعلیم نہ کرنا اور میزان کل ان سب باتوں کا دو چیزیں ہیں ایک اللہ اور رسول کے حکموں پر چلنا دوسرے ذکر کی پابندی کرنا، گناہ سے اللہ اور رسول کی تابعداری میں فرق آجاتا ہے اور یاد الٰہی نہ رہنے سے ذکر میں نقصان پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ اپنا اصلی کام ہمیشہ تابعداری اور ذکر کی پابندی کو اور گناہ سے بچنے اور اللہ کی یاد بھلانے سے بچنے کو سمجھے اگر ایک مدت تک اس کی پابندی رہے گی تو انشاء اللہ محروم نہ رہے گا اور یوں تو دل ہی سے فائدہ ہونا شروع ہو جاتا ہے لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک وقت ایسا آوے گا کہ یہ بھی سمجھنے لگے گا لیکن نہ گھبراوے نہ جلدی کرے نہ سستی کرے کیونکہ فائدے کے لئے نہ کوئی مدت مقرر ہے نہ کوئی اس کا ذمہ دار ہو سکتا ہے البتہ اس قدر امید وار کر سکتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش | تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
تا دمِ آخر دمے آخر بود | کہ عنایت با تو صاحب سر بود

یعنی اس راہ میں جو قدم رکھے اس کو چاہیے کہ اس اُدھیڑ بن میں لگا رہے مرتے دم تک ایک گھڑی بے فکر نہ بیٹھے آخر دم تک کوئی نہ کوئی وقت ایسا ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہو جاوے گی اور بیڑا پار ہو جائے گا اور اگر ان سب باتوں کے ساتھ ابتدا میں ذرا زیادہ اور اس کے بعد کبھی کبھی پیر کی خدمت میں رہنے کا بھی اتفاق ہو جاوے تو نورٌ علیٰ نور ہے اس کے پاس رہنے میں جو فائدے ہیں ان میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کو دیکھ کر اس کی عادتیں اختیار کرے گا ذکر میں عبادت میں روح کو تازگی ہوگی ہمت بڑھے گی جو نیا حال ہوگا اس کے بارہ میں پوری تسلی ہو جاوے گی اور اس کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں جو پاس رہنے سے خود ہی معلوم ہوتے ہیں موٹی بات ہے کہ مریض کا حکیم کے پاس ہو [illegible] ں میں زمین آسمان کا فرق ہے خوب

کسی نے کہا ہے ؎

مقام امن و مے بے غش و رفیق شفیق ۔۔۔ گرت مدام میسر شود زہے توفیق

یعنی اگر اطمینان کی جگہ اور شراب خالص محبت الٰہی کی اور شفقت رکھنے والے پیر کی صحبت ہمیشہ کے لیے میسر ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل یعنی اللہ تعالیٰ سچی بات کا کہنے والا ہے اور راہ راست کا وہی دکھلانے والا ہے۔

ہدایت ساتویں : ذکر کرنے والے کو چاہیے کہ جو باتیں دل کو پریشان کرنے والی ہیں ان سے بہت بچے کیونکہ اطمینان دل کا بڑی دولت ہے اور یہ باتیں بہت سی ہیں ایک اپنی بے احتیاطی سے صحت خراب کر لینا اس لیے صحت کی بہت حفاظت کرے دماغ کو تر و تازہ رکھنے کی اور دل کو قوت پہنچانے کی فکر رکھے، دوا سے بھی اور غذا سے بھی۔ غذا میں نہ اتنی کمی کرے کہ ضعف اور خشکی ہو جاوے نہ اتنی زیادتی کرے کہ ہضم نہ ہو کہ اس سے بھی صحت خراب ہو جاتی ہے صحبت کی کثرت نہ کرے کہ اس سے بھی اعضاء رئیسہ خاص کر دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں جب تک سچی بھوک نہ لگے کھانا نہ کھاوے اور ایک آدھ لقمہ کی خواہش باقی رہنے پر کھانا چھوڑ دے اور جب تک طبیعت میں سخت تقاضا نہ ہو صحبت نہ کرے، اسی طرح سونے میں اوسط درجہ کا خیال رکھے نہ بہت زیادہ سووے کہ سستی ہو جاوے نہ بہت کمی کرے کہ خشکی ہو جاوے۔ دوسری بات دل کو پریشان کرنے والی بلا ضرورت عمدہ غذاؤں کی فکر میں لگا رہنا ہے۔ تیسری بات ہر وقت اپنے بدن کی آرائش میں لگا رہنا ہے کہ اسی بارہ میں کہا گیا ہے ؎

عاقبت ساز د ترا از دیں بری ۔۔۔ ایں تن آرائی و ایں تن پروری

یعنی انجام اس بدن کی آرائش اور پیٹ کے پالنے ہی میں رہنے کا یہ ہوگا کہ دین رخصت ہو جاوے گا مطلب یہ کہ پورا دین نہ رہے گا۔ البتہ بالکل میلا کچیلا

رہنا بھی بُرا ہے کہ اس سے بھی دل میلا ہوتا ہے سادہ اور صاف رہے البتہ اگر بدون فکر کے اچھا لباس اور عمدہ غذا میسر ہو اور نفس میں کسی برائی کے پیدا ہونے کا ڈر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کام میں لاوے اور شکر بجا لاوے چوتھی بات مال کی حرص اور اس کے جمع ہونے کی فکر میں لگا رہنا یا یہ کہ جو مال پاس ہے اس کو بیکار خرچ کر کے اڑا ڈالنا کہ دونوں کا نتیجہ دل کا پریشان ہونا ہے۔ حریص آدمی تو ہر وقت اسی دھن میں لگا رہے گا اور فضول خرچ مال ختم ہونے کے بعد آخر پریشانی میں مبتلا ہو گا یا پرائے مال پر نظر دوڑائے گا پانچویں بات کسی سے دوستی یا دشمنی باندھ لینا دوست اس کو گھیر کر اس کا وقت ضائع کریں گے اور دشمن اس کو ایذا پہنچا کر پریشانی میں ڈال دینگے اسی طرح اور جو باتیں پریشانی کا سبب ہوں اور خود ضروری نہ ہوں ان سب سے جہاں تک ہو سکے بہت بچتا ہے۔ البتہ اگر کوئی پریشانی اس طرح پیش آجاوے کہ اس نے کام پریشانی کا نہیں کیا تھا یا اس نے کسی شرعی ضرورت سے کیا تھا پھر اس میں کوئی پریشانی آگئی ہے مثلاً کسی سود خوار نے کوئی چیز اس کو دی اس نے لینے سے انکار کر دیا وہ اس کا دشمن ہو گیا تو ایسی پریشانی سے باطن کا نقصان نہ ہوگا اگر ایسی پریشانی میں مبتلا ہو جاوے تو بے چین نہ ہو حق تعالیٰ پر نظر اور بھروسہ رکھے وہ مدد فرماوے گا اگر کچھ تکلیف بھی پہنچے تو اس میں حکمت الٰہی سمجھ کر اس پر راضی رہے اس سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور رضامندی اور زیادہ حاصل ہوگی۔

ھدایت آٹھویں: جو باتیں اختیاری ہیں ان میں توکمی نہ کرے اور جو باتیں اختیاری نہیں اگر وہ اچھی ہیں تو ان کے پیچھے نہ پڑے اور اگر ناگوار ہونے والی ہیں تو ان کے دور کرنے کی فکر میں نہ پڑے مثلاً نماز یا تلاوت قرآن یا ذکر کے اندر یہ تو اختیار میں ہے کہ اپنے دل کو اگرچہ زور لگا کر ہو متوجہ رکھے جس کے کئی طریقے ہیں مثلاً ایک طریقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات کا خیال

باندھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظوں کے معنی و مطلب کی طرف دھیان رکھے یا فقط لفظوں کی طرف خیال رکھے اس طرح کہ ہر ہر لفظ کو سوچ کر زبان سے نکالے پس اس میں تو کمی نہ کرے باقی نماز میں یا تلاوت قرآن کے وقت جی نہ لگنا یا مزہ نہ آنا یا وسوسوں اور خطروں کا کثرت سے آنا خواہ وہ کیسے ہی برے ہوں یہ بات اختیار سے باہر ہے اس کی فکر نہ کرے اپنا اختیاری کام کئے جائے اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ خیالات خود ہی کم ہو جاتے ہیں خاص کر وسوسوں کی طرف تو ذرا بھی توجہ نہ کرے نہ وسوسہ کے آنے سے رنج و غم کرے۔ اس سے وسوسوں کو اور زیادتی ہوتی ہے پھر سخت پریشانی میں مبتلا ہونا پڑتا ہے اس کا عمدہ علاج یہی ہے کہ اپنے ذکر وغیرہ کی طرف اپنی توجہ کو پھر تازہ کر لیا کرے اور اس وسوسہ سے بالکل بے پروائی اختیار کرلے اس سے وہ آپ ہی آپ جاتا رہے گا اور مثلاً اللہ کی فرمانبرداری اختیاری ہے اس میں سستی نہ کرے اور یہ باتیں اختیار سے باہر ہیں اچھا خواب دیکھنا، دعا قبول ہونا، ذکر کے اثر سے تڑپنے لگنا بے اختیار رونا آنا وغیرہ وغیرہ ان باتوں کے ہونے کی فکر نہ کرے یا مثلاً گناہ اختیاری ہے اس کے پاس نہ جانے اور یہ چیزیں اختیاری نہیں برا خواب طبیعت میں تازگی نہ ہونا، رزق میں کمی ہونا ذکر میں کسی چیز کا نظر نہ آنا کوئی اثر معلوم نہ ہونا بیمار ہو جانا وغیرہ ان سے پریشان نہ ہو یا مثلاً کسی سے بے ارادہ عشق ہو جانا اختیاری نہیں اس میں کوئی گناہ اور نقصان نہیں اگرچہ تکلیف ہے لیکن یہ باتیں اختیار میں ہیں اس کو دیکھنا، اس سے باتیں کرنا اس کی آواز سننا، اس کے پاس آنا جانا اس کا خیال دل میں لانا، اس کو سوچ کر دل سے لذت لینا ان سے بچنا ضروری ہے اور اکثر اس تدبیر سے وہ عشق بھی کم ہو جاتا ہے اور اگر اس میں کوتاہی کرے گا گنہگار ہوگا اور دل سیاہ ہو جاوے گا یا مثلاً کسی گناہ کی طرف کو مائل ہونا غیر اختیاری ہے اس کے دور کرنے کی فکر میں نہ پڑے البتہ گناہ اختیاری ہے اس سے بچے اس خواہش پر عمل نہ کرے

جو شخص غیر اختیاری چیزوں کے حاصل کرنے یا دور کرنے کی فکر میں رہتا ہے تمام عمر اس کی پریشانی میں گزرتی ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے انہی وجہوں سے اپنے کو مردود سمجھ لیا پھر بعض نے تو خودکشی کرلی ہے اور بعض ذکر و عبادت چھوڑ کر گناہ بے دھڑک کرنے لگے غرضکہ ان لوگوں نے ایمان کا نقصان کیا یا ایمان کے ساتھ جان کا بھی نقصان کیا کیونکہ خودکشی کرنے میں جان بھی گئی اور گنہ گار بھی ہوئے یہ تو ایمان اور جان کا نقصان ہے اور ذکر و عبادت چھوڑنے اور گناہ کرنے میں ثواب سے محروم رہے اور گنہ گار ہوئے یہ ایمان کا نقصان ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو باتیں غیر اختیاری ہیں ان میں جو باتیں ایسی ہیں کہ ان کے ہونے کو جی چاہتا ہے ان کا ہونا کبھی درویشی کی راہ چلنے والے کے لئے خرابی کا سبب بھی ہو جاتا ہے مثلاً اپنے کو کامل سمجھنے لگا اور اس سے اپنے کو اوروں سے اچھا سمجھنے لگا یا کمال کا دعویٰ کرنے لگا یا اس کی وجہ سے بزرگ مشہور ہو گیا اور اس سے نقصان ہوا اسی طرح ان چیزوں کا حاصل نہ ہونا اس کے نفع کا سبب ہو جاتا ہے مثلاً اپنے کو ناکارہ حقیر سمجھنے لگا اور جو باتیں غیر اختیاری ایسی ہیں کہ ان کا ہونا آدمی کو ناگوار ہوتا ہے ان کا ہونا کبھی مفید ہو جاتا ہے مثلاً اس کے برداشت کرنے میں مشقت ہوتی ہے جو ایک طرح کا مجاہدہ ہے اور تنگی ہوتی ہے غم ہوتا ہے جس سے دل کی صفائی ہو جاتی ہے ایسی جگہوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے عَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کا ہونا تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اور واقع میں اس کا ہونا تمہارے حق میں برا ہوتا ہے البتہ اگر پسندیدہ باتیں از خود حاصل ہو جاویں تو نعمت الٰہی سمجھ کر شکر کرے جیسا کہ ان چیزوں کے نہ حاصل ہونے کو بھی ایک اعتبار سے جس کا ابھی بیان ہوا ہے نعمت سمجھ کر شکر کرے۔ خوب سمجھ لو

ھدایت نمبر: آج کل اکثر درویشوں میں بعض رسمیں رائج ہو گئی ہیں سو بعض رسمیں تو محض خلاف شرع ہیں جیسے قبر کے گرد گھومنا یا قبر کو بوسہ دینا

یا اس پر غلاف ڈالنا یا بزرگوں کی منت ماننا یا اُن سے کچھ مانگنا اور بعض رسمیں خود جائز تھیں مگر ان کے ساتھ ناجائز باتیں مل جانے سے ناجائز ہوگئی ہیں جیسے عرس یا گانا سننا یا قل پنج آیت یا مجلس مولود شریف کی کہ عام لوگ ان باتوں کے منع کرنے یا خود نہ کرنے یا درویشی کے خلاف سمجھتے ہیں۔

ان رسموں میں جو خرابیاں ہیں اُن کو پورے طور سے احقر نے اصلاح الرسوم و حق السماع و تعلیم الدین کے حصہ پنجم و حفظ الایمان میں لکھ دیا ہے اور بعض اس میں ایسی ہیں کہ اگر ان کو داخل بزرگی سمجھا جاوے اور یہ سمجھا جائے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے تو یہ نہایت بری بدعت ہے اور اگر اعتقاد میں کوئی خرابی نہ ہو تب بھی محض دنیا ہے جیسے عمل پڑھنا اور حلال جانوروں کا گوشت چھوڑ دینا اور بعض رسمیں اچھی ہیں اگر ان میں عقیدے کی خرابی نہ ہو مثلاً شجرہ پڑھنا کہ اس میں مقبول بندوں کے ناموں کو واسطہ دعا میں قرار دیا جاتا ہے جس کا جواز حدیثوں سے ثابت ہے لیکن اگر شجرہ پڑھنے میں یہ سمجھا جاوے کہ ان حضرات کے نام پڑھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ ہمارے حال پر متوجہ رہیں گے تو بالکل غلط اور بے سند عقیدہ ہے جس کی ممانعت اس آیت سے ثابت ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ یعنی جو بات تجھکو معلوم نہ ہو اس پر عملدرآمد نہ کر اور مثلاً درویشی کی کتابوں کا دیکھنا۔ ہاں اگر کوئی ایسا عالم ہو کہ علم معقول یعنی منطق وغیرہ اور علم منقول یعنی تفسیر حدیث فقہ یہ سب اچھی طرح سے جانتا ہو اور ایسے بزرگوں کا صحبت یافتہ ہو جو علم درویشی کو خوب جانتے ہوں وہ اگر کتابیں دیکھے تو حرج نہیں ورنہ ان کا دیکھنا دین و ایمان کو برباد کرنے والا ہے اس لئے اس قسم کی کتابیں ہرگز نہ دیکھی جاویں جیسے مثنوی مولانائے روم۔ دیوان حافظ یا دوسرے بزرگوں کے ملفوظ یعنی جو باتیں انہوں نے بیان کیں اور مریدوں نے ان کو جمع کرکے کتاب بنالی جبکہ ان مکتوبات اور ملفوظات میں درویشی کے بھید یا جو کیفیتیں ان بزرگوں میں پیدا ہوتی تھیں ان کا بیان ہو بلکہ جن کتابوں میں ان بزرگوں کی حکایتیں ہوں ان کو بھی نہ دیکھے یہ سب

سکتی ہیں عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔

ھدایت دھم: چونکہ بعض آدمی مرد ہوں یا عورت مرید ہو کر بھی اپنی حالت اور عادت درست نہیں کرتے اس لئے اس کے بارہ میں بھی کچھ ضروری باتیں لکھے دیتا ہوں باقی پورے طور سے مسئلوں کا بیان دین کی کتابوں میں ہے۔

عام مردوں کو نصیحت یعنی جو عالم نہیں ہیں

عالموں سے بہت ملتے رہیں اُن سے مسئلے پوچھتے رہو اگر پڑھے ہوئے ہو تو بہشتی زیور اور بہشتی گوہر یا اس کی جگہ صفائی معاملات اور مفتاح الجنۃ کو دیکھتے رہے اور اس پر عمل کرتے رہو لباس خلاف شرع مت پہنو جیسے ٹخنوں سے نیچا پاجامہ یا جیسے کوٹ پتلون یا ریشمی یا زرد وزری کا کپڑا یا چار انگل سے چوڑی بیچی لیس دار ٹوپی یا اتنے ہی کام کا بیچا کا مدار جوتا، داڑھی مت کٹاؤ اور نہ اس کو منڈ داؤ البتہ ایک مٹھی سے جتنی زائد ہو اس کا اختیار ہے چاہے کٹا ڈالو چاہے رہنے دو جتنی رسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے طریقہ کے خلاف پھیلی ہوئی ہیں سب کو چھوڑ دو وہ رسمیں دنیا کے رنگ میں ہوں خواہ دین کے رنگ میں جیسے مولود، فاتحہ، عرس، اور شادی میں ساچق؎ اور برات اور مہمانداری یا نام کے لئے کھانا پکوانا اور کھلانا یا نام کے لئے دینا دلانا عقیقہ اور ختنہ اور بسم اللہ کے مکتب میں لوگوں کا جمع ہونا یہ سب ترک کر دو نہ اپنے گھر کرو نہ دوسرے کے یہاں شریک ہو یا غمی میں تیجا دسواں چالیسواں وغیرہ شب برات کا حلوہ یا محرم کو تیوہار منانا نہ خود کرو نہ دوسرے کے یہاں جا کر ان کاموں میں شریک ہو میلوں ٹھیلوں میں مت جاؤ نہ اپنے بچوں کو جانے دو اور ان کو ایسی بیہودہ باتوں کے لئے پیسے بھی مت دو جیسے کنکوا (یعنی پتنگ) آتشبازی، تصویر دار کھلونے وغیرہ زبان کو غیبت اور گالی گلوچ سے بچاؤ جماعت کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز پڑھو، کسی عورت یا لڑکے کی طرف بری

؎ جس کو بعض نواح میں بری کہتے ہیں۔

لگا رہے مت دیکھو گانا بجانا مت سنو پیر سے ہر کام کے لئے تعویذ گنڈے مت مانگا کرو بلکہ اس سے دین کی باتیں سیکھو البتہ دعا کرانے کا مضائقہ نہیں ایسا مت سمجھو کہ اگر نذرانہ موجود نہ ہو تو پیر کے پاس کیا جاویں یہ مت سمجھو کہ پیر کو سب خبر رہتی ہے اُن سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ درویشی کی کتابیں مت دیکھو اور نہ ایسی باتیں پوچھو۔ تقدیر کے مسئلے میں بحث مت کرو۔ پیر نے جو بتلا دیا وہ کئے جاؤ، رشوت اور سود مت لو رہن کی آمدنی بھی سود ہے اس سے بھی بچو اور جتنے لین دین خلاف شرع ہیں سب سے بچو۔ خواب پر بدون مسئلہ پوچھے عمل مت کرو اگر پیر کے پاس جاؤ اور وہ اپنے کسی کام میں لگا ہو تو اس کے کام میں حرج مت ڈالو۔ ایسی جگہ مت بیٹھو کہ اس کا دل تم کو دیکھ دیکھ کر بٹ جاوے کہیں کنارے پر بیٹھ جاؤ جب وہ کام سے چھٹی پا وے اس وقت سامنے جاؤ تعلیم المطالب منگاؤ اور دیکھو تعلیم الدین کے چار حصے اوّل کے دیکھ لو اور جزاء الاعمال بھی دیکھ لو۔

عام عورتوں کو نصیحت

شرک کی باتوں کے پاس مت جاؤ اولاد کے ہونے یا زندہ رہنے کے لئے ٹونے ٹوٹکے مت کرو۔ فال مت کھلواؤ۔ فاتحہ نیاز ولیوں کی مت کرو، بزرگوں کی منت مت مانو شب برات، محرم، عرفہ، تبارک کی روٹی، تیرہ تیزی کی گھونگھنیاں کچھ مت کرو جس سے شرع میں پردہ ہے چاہے وہ پیر ہو اور چاہے کیسا ہی نزدیک کا ناتہ دار ہو جیسے دیور، جیٹھ خالہ کا یا پھوپی کا یا ماموں کا بیٹا یا بہنوئی یا نندوئی یا منہ بولا بھائی یا منہ بولا باپ ان سب سے خوب پردہ کرو خلاف شرع لباس مت پہنو جیسے کلیوں دار پاجامہ یا ایسا کرتا کہ جس میں پیٹ پیٹھ یا کلائی یا بازو کھلے ہوں یا ایسا باریک کپڑا جس میں بدن یا سر کے بال جھلکتے ہوں یہ سب چھوڑ دو۔ لمبی آستینوں کا اور نیچا اور موٹے کپڑے کا کرتہ بناؤ

اور ایسے ہی کپڑے کا دوپٹہ ہو اور دھیان کرکے سر پر سے مت ہٹنے دو ہاں اگر گھر میں خالی عورتیں ہوں یا اپنے ماں باپ حقیقی بھائی وغیرہ کے سوا گھر میں کوئی اور نہ ہو تو اس وقت سر کھلنے میں ڈر نہیں کسی کو جھانک تاک مت دیکھو بیاہ، شادی مونڈن، چلہ چھٹی منگنی، چوتھی وغیرہ میں کہیں مت جاؤ نہ اپنے یہاں کسی کو بلاؤ کوئی کام نام کے واسطے مت کرو کوسنے اور طعنے دینے اور غیبت سے زبان کو بچاؤ پانچوں وقت نماز اول وقت پڑھو اور جی لگا کر تھام تھام کر پڑھو رکوع سجدہ اچھی طرح کرو ایام سے جب پاک ہو خوب خیال رکھو کسی وقت نماز ایام بند ہونے کے بعد رہ نہ جائے اگر تمہارے پاس زیور گوٹہ لچکا وغیرہ ہو تو حساب کرکے زکوٰۃ نکالو بہشتی زیور ایک کتاب ہے اس کو یا تو پڑھو یا سن لیا کرو اور اس پر چلا کرو خاوند کی تابعداری کرو اس کا مال اس سے چھپا کر خرچ مت کرو گانا کبھی مت سنو اگر تم قرآن پڑھی ہوئی ہو تو روزانہ قرآن پڑھا کرو جو کتاب پڑھنے یا دیکھنے کے لیے مول لینا ہو پہلے کسی عالم کو دکھلا لو اگر وہ صحیح اور معتبر بتلا دیں تو خریدو ورنہ مت لو جہاں رسم رسوم کی مٹھائی وغیرہ تقسیم ہوتی ہو وہاں مت جاؤ۔ اور نہ بانٹنے میں شریک ہو۔

خاص ذکر و شغل کرنے والوں کو نصیحت

اوپر کی نصیحتیں دیکھ لو ہر بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا اہتمام کرو اس سے دل میں بڑا نور پیدا ہوتا ہے اگر کوئی شخص کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف کرے تو صبر کرو جلدی سے کچھ کہنے سننے مت لگو خاص کر غصہ کی حالت میں بہت سنبھالا کرو کبھی اپنے کو صاحب کمال مت سمجھو جو بات زبان سے کہنا چاہو پہلے سوچ لیا کرو جب خوب اطمینان ہو جائے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس میں کوئی دین یا دنیا کی ضرورت یا فائدہ ہے اس وقت زبان سے نکالو کسی بے آدمی کی بھی برائی مت کرو، نہ سنو کسی ایسے درویش پر جس پر کوئی حال درویشی کا غالب ہو اور وہ

کوئی بات تمہارے خیال میں دین کے خلاف کرتا ہو اس پر طعن مت کرو کسی مسلمان کو اگرچہ وہ گنہ گار یا چھوٹے درجے کا ہو حقیر مت سمجھو مال و عزت کی طمع و حرص مت کرو۔ تعویذ گنڈوں کا شغل مت رکھو اس سے عام لوگ گھیرتے ہیں جہاں تک ہو سکے ذکر کرنے والوں کے ساتھ رہو اس سے دل میں نور ہمت و شوق بڑھتا ہے دنیا کا کام بہت مت بڑھاؤ بے ضرورت اور بے فائدہ لوگوں سے زیادہ مت ملو اور جب ملنا ہو تو خوش خلقی سے ملو اور جب کام ہو جاوے تو ان سے الگ ہو جاؤ خاصکر جان پہچان والوں سے بہت بچو یا تو اللہ والوں کی صحبت ڈھونڈو یا ایسے معمولی لوگوں سے ملو جن سے جان پہچان نہ ہو ایسے لوگوں سے نقصان کم ہوتا ہے۔

اگر تمہارے دل میں کوئی کیفیت پیدا ہو یا کوئی علم عجیب آوے تو اپنے پیر کو اطلاع کرو پیر سے کسی خاص شغل کی درخواست مت کرو ذکر میں جو اثر پیدا ہو سوائے اپنے پیر کے کسی سے مت کہو اگر درویشی کی کتابیں دیکھنے کا شوق ہو تو پہلے تعلیم الدین کا حصہ پنجم اور کلید مثنوی دیکھو بشرطیکہ تم علم معقول و علم منقول دونوں خوب جانتے ہو۔ بات کو بنایا مت کرو بلکہ جب تم کو اپنی غلطی معلوم ہو جاوے فوراً اقرار کر لو ہر حالت میں اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے اپنی حاجت عرض کیا کرو اور دین پر قائم رہنے کی درخواست کرو والسلام فقط۔

تمام شد تسہیل قصد السبیل

ع اس کے کرو سب باتیں دین کے موافق کرتا ہو ۱۲ لطف

قصد السبیل کا ضمیمہ

درویشی کی راہ کا حاصل

(۱) نہ اس میں کشف کا ہونا ضروری ہے (کشف اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز اور لوگ نہیں دیکھتے ہیں وہ دل میں صفائی ہونے کی وجہ سے دل کی آنکھوں سے نظر آجاوے یا جو چیز ابھی واقع نہیں ہوئی ہے آئندہ ہونے والی ہے وہ معلوم ہوجاوے) نہ کرامت کا ہونا ضروری ہے (کرامت اس کو کہتے ہیں کہ درویش سے ایسے کام ہوں جو اور لوگ نہیں کرسکتے ہیں کشف وکرامت کسی ولی سے ہوتا ہے اور کسی سے بالکل نہیں ہوتا۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی بزرگ کا مرید ہو تو پیر اس کا ذمہ دار نہیں ہوجاتا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ضرور بخشوا لے گا۔

(۳) پیر کی طرف سے مرید سے اس کا بھی وعدہ نہیں ہوتا کہ تمہاری دنیا کے جو کام اٹکیں گے پیر صاحب تعویذ گنڈے کر کے ان کاموں کو بنا دیں گے یا جو مقدمے ہونگے وہ پیر کی دعا سے ضرور فتح ہوجایا کریں گے یا مرید ہونے سے روزگار میں ترقی ہوجایا کرے گی یا اگر کوئی بیماری ہوتی تو جھاڑ پھونک سے جاتی رہے گی نہ اس کا وعدہ ہے کہ جو بات ہونے والی ہوگی پہلے ہی سے بتلادی جاوے گی کہ اس طرح ہونے والی ہے۔

(۴) نہ پیر کے لئے اس بات کا ہونا ضروری ہے کہ اس کی توجہ میں ایسا اثر ہو کہ مرید کی حالت خودبخود درست ہو مرید کو کچھ کرنا ہی نہ پڑے گناہ کا خیال ہی نہ آوے خودبخود عبادت کے کام ہوتے رہیں مرید کو زیادہ ارادہ ہی نہ کرنا پڑے یا علم دین وقرآن پڑھنے میں ذہن وحافظہ بڑھ جاوے۔

(۵) نہ ایسی باطنی کیفیتیں پیدا ہونے کے لئے کوئی وقت مقرر ہے کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے مست رہے عبادت میں خیالات ہی نہ آویں خوب رونا

آوے ایسی بے خودی ہو جاوے کہ اپنی پرائی خبر نہ رہے (بلکہ ہو سکتا ہے کہ بالکل کوئی کیفیت ہی پیدا نہ ہو۔

۶۔ نہ ذکر و شغل کرنے میں نور کا نظر آنا یا کوئی آواز سنائی دینا ضروری ہے۔

۷۔ نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا دیکھنا یا جو باتیں دل میں آویں جس کو الہام کہتے ہیں ان کا اسی طرح سے ہو جانا ضروری ہے بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جس کا شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے لیکن شریعت کے حکم دو طرح کے ہیں بعض ایسے ہیں جو بدن کے متعلق جیسے نماز کے احکام، روزے کے احکام، حج کے احکام زکوٰۃ کے احکام اور جیسے نکاح کے احکام، طلاق کے احکام، میاں کے حقوق بی بی پر، بی بی کے حقوق میاں پر ان کے احکام اور قسم کے احکام، قسم کے کفارہ کے احکام، آپس میں لین دین کرنے کے احکام، مقدموں میں پیروی کرنے کے احکام، گواہی دینے کے احکام وصیت کرنے کے احکام، مردہ جو مال چھوڑے اس کے تقسیم کرنے کے احکام اور جیسے سلام کرنے کے احکام، آپس میں بات چیت کرنے کے احکام، کھانا کھانے کے متعلق احکام سونے اٹھنے بیٹھنے کے متعلق احکام، کسی کے یہاں مہمان ہو کر جانے کے احکام، اگر اپنے یہاں کوئی مہمان آوے اس کی مہمانداری کے احکام اور جو شریعت میں اسی قسم کے حکم ہیں یہ سب احکام تو ہاتھ پیر زبان سے بجالائے جاتے ہیں اور ان حکموں کے مسئلوں کو علم فقہ کہتے ہیں اور بعض شریعت کے ایسے حکم ہیں جو دل سے متعلق ہیں جیسے خدا سے محبت رکھنا، خدا سے ڈرنا، خدا کو یاد رکھنا (اور کسی دم نہ بھولنا) دنیا سے محبت کم ہونا، خدا کی طرف سے جو کچھ ہو اس پر راضی رہنا، حرص اور لالچ نہ کرنا، عبادت کرتے وقت اپنی عبادت کی طرف دھیان رکھنا، دین کے کام کو صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کرنا، کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھنا، اپنے کو اچھا نہ سمجھنا، غصہ کو روکنا اور جو اسی قسم کے شریعت میں حکم ہیں یہ سب احکام دل سے بجالائے جاتے ہیں اور ان

باتوں کے حاصل کرنے کا نام سلوک ہے اور جس طرح ان حکموں پر عمل کرنا فرض و واجب ہے جو بدن سے کئے جاتے ہیں اسی طرح ان حکموں پر بھی عمل کرنا فرض و واجب ہے جو دل سے متعلق ہیں اور دل کی خرابیوں سے اکثر ان احکام میں بھی خرابی آجاتی ہے جو بدن کے متعلق ہیں جیسے خدا کی محبت کم ہونے سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی رکوع کر لیا یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی یا اپنے کو بڑا سمجھنے اور زیادہ غصہ ہونے سے کسی پر ظلم ہوگیا کسی کا حق ادا نہ کیا۔ اسی طرح اور باتوں کو سمجھ لو اور اگر ان ظاہری حکموں کے بجالانے میں کسی نے احتیاط بھی کی اور اچھی طرح ادا کیا تب بھی جب تک دل کی درستی نہیں ہوتی یہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی اس لئے دل کی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے تو نفس کی سرکشی سے اس پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے ان ضرورتوں سے پیر کامل[1] تلاش کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر بتلاتا ہے اور ان کا علاج اور تدبیر بھی بتلاتا ہے اور اس غرض سے کہ نفس میں درستی کا مادہ پیدا ہو جاوے اور علاج کرنا دل کی بیماریوں کا آسان ہو جاوے اور جو تدبیر علاج کی بتلائی جاوے ان میں اثر اور قوت پیدا ہو جاوے یعنی وہ تدبیریں اپنا اثر جلدی کریں ان امور کی غرض سے کچھ ذکر و شغل بھی بتلاتا ہے اور ویسے ذکر خود بھی عبادت ہے پس درویشی کی راہ چلنے والے کو دو کام کرنا پڑتے ہیں ایک تو ضروری اور وہ شریعت کے دونوں قسم کے احکام کی پابندی ہے وہ احکام بھی جو بدن سے متعلق ہیں اور وہ بھی جو دل سے متعلق ہیں اور دوسرا مستحب اور وہ کثرت ذکر ہے ان احکام کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے اور کثرت سے ذکر کرنے سے زیادہ رضامندی اور زیادہ نزدیکی حاصل ہوتی ہے یہ خلاصہ ہے درویشی کی راہ کا اور درویشی کے مقصود کا۔

---

[1] پیر کامل کی پہچان اس کتاب کی ہدایت دیکھ لی جاوے ۱۲ منہ

درویشی کی راہ کے حقوق[1]

مُرید ہو کر یہ کام کرنا پڑیں گے

۱۔ بہشتی زیور کے گیارہ[2] حصے اول سے آخر تک ایک ایک حرف کر کے پڑھنے یا سُننے پڑیں گے (۲) اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑیں گی (۳) جو کام کرنا ہو اور اس کا جائز و ناجائز ہونا معلوم نہ ہو کرنے سے پہلے سچے عالموں سے پوچھنا پڑے گا اور ان کے بتلانے کے موافق عمل کرنا ہوگا (۴) نماز پانچوں وقت جماعت[3] سے پڑھنا ہوگی البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے اور اگر بلا عذر غفلت سے رہ جاوے ندامت کے ساتھ معافی مانگنا چاہیئے (۵) اگر مال بقدر زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی مسائل اس کے بہشتی زیور میں ملیں گے اسی طرح کھیت اور باغ کی پیداوار میں دسواں حصہ دینا ہوگا اس کے مسائل زبانی معلوم کر لئے جاویں (۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑے گا اسی طرح گنجائش کی صورت میں عید کو صدقۂ فطر اور بقرعید کو قربانی ضرور ہوگی (۷) اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے ہوں گے ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو آسان طریقہ اس کا پڑھے ہوئے کے لئے یہ ہے کہ رات دن میں تھوڑا سا کوئی وقت مقرر کر کے بہشتی زیور اول سے آخر تک اپنے گھر والوں کو پڑھ کر سنا دیں اور سمجھا دیں اور جب وہ ختم ہو جائے پھر شروع کر دیں جب تک ان کو مسائل خوب اچھی طرح یاد نہ ہو جاویں سناتے رہیں اور ان پڑھ ایسا کریں کہ جو بات دین کی کسی عالم

---

[1] یہ حقوق سب مسلمانوں کے ذمہ واجب ہیں گو کسی سے بیعت بھی نہ ہو ۱۲۔ [2] البتہ عورتوں کے لئے گیارہواں حصہ نہیں ہے ۱۲ [3] مگر عورتوں کے لئے جماعت نہیں ہے۔

سے سنا کریں اس کو یاد کر کے گھر والوں سے ضرور کہہ دیا کریں۔

اور یہ کام چھوڑنا پڑینگے

ڈاڑھی منڈانا۔ ڈاڑھی کٹانا جبکہ چار انگل سے زائد نہ ہو۔ ڈاڑھی چڑھانا سر پہ چاند کھلوانا کٹوری رکھانا یا آگے سے منڈوانا ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہننا یا کرتا چوغہ ٹخنوں سے نیچا لٹکانا یا عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا یا کسم و زعفران[ا] کا رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا یا ریشمی یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ پہننا یا لڑکیوں کو پہنانا یا کفار کا سا لباس پہننا یا مردوں کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال سے زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا یا عورتوں کو کھڑا جوتا یا مردانہ لباس پہننا یا باجہ دار زیور پہننا یا ایسا کپڑا باریک یا چھوٹا پہننا جس میں بدن کھلا رہے کسی عورت یا بے ڈاڑھی والے لڑکے کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا تنہا مکان میں رہنا یا بدون سخت مجبوری کے سامنے آجانا اگرچہ وہ پیر ہی ہوں یا رشتہ دار ہوں، اور جہاں سخت مجبوری ہو وہاں سر اور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے منہ کے سامنے گھونگھٹ رہنا بہتر ہے اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے اسی طرح نامحرم مرد و عورت کا باہم ہنسنا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہئے ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا یا برات میں جانا البتہ عین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کا جمع کر لینا مضائقہ نہیں یا کوئی فخر و نمود کا کام کرنا جیسے آج کل رسم و رواج کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے اسی میں نوتہ بھی آگیا اس کو بھی چھوڑنا چاہئے اسی طرح فضول خرچی کرنا کپڑے میں بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر و نمود میں داخل ہے مردہ پر چلا کر رونا اس کا تیجہ، دسواں، بیسواں چالیسواں وغیرہ کرنا دور دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے پیچھے آنا بدون شرع کے موافق تقسیم کئے ہوئے مردے کے کپڑے خیرات کر دینا لڑکیوں کا حصہ نہ دینا

لہ تا قدے پیر یا گجرہ باجے عورتوں اور لڑکیوں کے واسطے درست ہیں ۱۲ منہ

اہل حکومت و ریاست کا غربا پر ظلم کرنا جھوٹی نالش کرنا موروثی کا دعویٰ کرنا رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا تصویر بنانا یا رکھنا یا براہ شوق کتے پالنا یا کنکوے و آتشبازی یا کبوتر بازی و مرغ بازی وغیرہ کا شغل کرنا یا بچوں کو اجازت اور پیسے دینا گانا سننا باجے سے یا بے باجے اسی میں گراموفون بھی داخل ہے عرسوں میں جانا بزرگوں کی منت ماننا فاتحہ نیاز گیارھویں وغیرہ رواج کے طور پر کرنا رواج کے موافق مولود شریف کرنا تبرکات کی زیارت کے لئے عرس کا سا انتظام کرنا یا اس وقت مردوں عورتوں کا خلط یا سامنا ہونا شب برات کا حلوا پکانا یا محرم کو تہوار منانا یا رمضان میں ختم قرآن پر شیرینی ضرور کرکے بانٹنا یا ٹوٹکے کرنا یا سیتلا وغیرہ کو ماننا یا فال وغیرہ کھلوانا کسی نجومی یا آسیب سے کوئی بات پوچھنا غیبت کرنا چغلی کھانا جھوٹ بولنا تجارت میں دغا کرنا بدون سخت مجبوری کے ناجائز نوکری کرنا یا ناجائز نوکری میں کام خراب کرنا عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا یا اس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا بلا اجازت کہیں جانا اور حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر یا تراویح میں قرآن سنا کر کچھ لینا یا مولویوں کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اجرت لینا یا بحث و مباحثہ میں پڑنا یا درویش وضع لوگوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا یا تعویذ گنڈوں کا مشغلہ رکھنا یہ ہے مختصر فہرست گناہ کے کاموں کی اور تفصیل حقر کے رسالوں میں بقدر ضرورت ملے گی فقط

چند مفید باتیں منقول کتاب ضیاء القلوب سے

جس کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی نے تصنیف فرمایا ہے

درویشی کی راہ پر چلنے والے کو چاہیئے کہ شریعت میں جن باتوں کا حکم ہے ان سب کی پابندی کرے اور جو باتیں شریعت میں منع ہیں ان سب سے بچنے کو اپنی ضروری عادات

کر لیوے اور ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کا اہتمام رکھے اور جن باتوں کی ممانعت کھلی ہوئی ہے اُن سے بھی اور جن باتوں کے منع ہونے کا شبہ ہے ان سے بھی بچتا رہے اور اگر اتفاقاً کوئی گناہ ہوگیا تو جلدی اس سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ کر اور نیک کام کر کے کمی کو پورا کرے اور دوسرے وقت پر نہ اٹھا رکھے اور پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھے اور جو باتیں فرض یا واجب یا سنت ہیں ان کو ادا کر کے باقی اوقات کو اپنے دل کی درستی میں گزارے اور کثرت سے نفلیں اور وظیفے پڑھنے میں نہ پڑے بلکہ دل کی درستی کو اپنا فرض دائمی جانے (یہ شروع شروع کی حالت میں ہے پھر جب باطن کی درستی کامل ہو جاوے شیخ کامل سے مشورہ لے کر اور اگر شیخ موجود نہ ہو اپنی سمجھ سے کام لے کر نوافل وغیرہ کی کثرت کرے مترجم) اور کبھی غفلت نہ ہونے پاوے اگر ذوق شوق اپنے باطن میں پاوے اللہ کا شکر بجا لاوے اور تھوڑے کو بہت سمجھے اور ہر کام کو اللہ کی خوشنودی کے لیے کرے اور کشف و کرامات سے لذت نہ لیوے بلکہ بیزار رہے اور دل سے چاہے کہ نہ ہو تو اچھا ہے) اور حالت بسط میں شکر کرے اور شریعت نے جو حدیں مقرر کر دی ہیں ان کا خیال رکھے اور جب قبض ہو تنگ دل اور نا امید نہ ہو اور کام میں لگا رہے اور سب عبادتوں میں اپنے اوپر گمان بد کر کے کوتاہی کرنے والا جانے اور اپنے باطنی حال کو جاہل سے نہ کہے اور درویشی کی باتیں علانیہ نہ بیان کرے اور جو شخص ان باتوں کے سننے کے لائق نہ ہو اس سے بھی بیان نہ کرے اور جو لائق اس کے ہو اس سے تنہائی میں بیان کرے اور اپنے وقتوں کا انتظام رکھے اور اپنی طبیعت کے رنگ بدلنے سے ڈرتا رہے اور دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں ہے سب کو دل سے چھوڑ دے ورنہ ہزار برس تک ذکر و شغل کرنا بھی کام نہ آویگا دل آئینہ ہے غیر خدا کے عکس پڑنے سے بچاوے اور عزت اور رتبہ کی خواہش سے کہ گمراہی ہے پناہ مانگے اور وقت کو غنیمت جانے اور غفلت میں ضائع نہ کرے کہ وقت جا کر پھر لوٹ نہیں سکتا اور اس راہ میں قدم جوانمردوں کی طرح رکھے اور ادھر اُدھر کا غم اور خوشی الگ کرے کہ یہ راہ درویشی میں اللہ سے روکنے والا

ہے اور ناجنس خلاف شرع سے اور اسی طرح جو درویشوں کا منکر ہو اس سے نیز
بدعتی سے دور دور رہے اور ایسے درویش سے کہ جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
خلاف ہو دور رہے اگرچہ اس سے کرامتیں اور ایسی باتیں ہوتی ہوں جو اور لوگ نہیں
کر سکتے اور اگرچہ آسمان پر اڑتا ہو۔ لوگوں سے ضرورت کے موافق ملے اور ہر چھوٹے بڑے
کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آوے اور لوگوں سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ برتاؤ
کرے اور عاجزی کو اپنا لباس بنالے اور کسی پر اعتراض نہ کرے اور بات نرمی کے ساتھ
کرے اور سکوت اور تنہائی کو دوست رکھے اور اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے
اور پریشانی کو دل میں نہ آنے دے اور جو بات پیش آئے اللہ کی طرف سے جانے اور
ہمیشہ دل کی نگہبانی رکھے تاکہ خیال غیر خدا کا نہ آنے پاوے اور دین کے کاموں میں نفع
پہنچانا اپنے ذمہ ضروری جانے اور ہر کام کرنے سے پہلے اپنی نیت پاک کرے پھر وہ
کام کرے اور کھانے پینے میں اوسط درجہ کا خیال رکھے نہ اس قدر زیادتی کرے کہ
سستی پیدا ہو نہ اتنی کمی کرے کہ بسبب ضعف کے عبادت سے رہ جائے اسی طرح
ہر کام میں کمی زیادتی سے بچے اور اگر نفس کو تر لقمہ دیا جائے تو اس سے کام بھی لیا جائے
اور بہتر تو یہ ہے کہ کھانا اپنی کمائی کا ہو اور اگر توکل کرے تو بھی اچھا اور مناسب ہے
بشرطیکہ اس کے کہ کسی سے امیدوار نہ رہے اور دل کو غیر اللہ کے تعلق سے پاک رکھے
اور کسی سے امید اور خوف حق تعالیٰ کے سوا نہ رکھے اور غیر خدا سے دلچسپی نہ کرے اور خدا
تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہے بدون اس کے نہ آرام ہو نہ راحت اور جس جگہ سے
خدا کی نعمت پر تھوڑی ہو یا زیادہ شکر کرے اور محتاجگی اور فاقہ اور ہاتھ خالی رہنے
اور روزی کم ہونے سے پریشان نہ ہو بلکہ اس میں اپنی عزت اور فخر جانے اور یہ سمجھ کر شکر
بجا لاوے کہ یہ درجہ نبیوں اور ولیوں کا ہے جو کہ مجھ کو عنایت فرمایا ہے اور اپنے
تعلق والوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرے اور ان کی خطاؤں سے درگذر
کرے اور عذر ان کا قبول کرے اور لوگوں کی بدگوئی سے پرہیز کرے اور عیب آدمیوں
کے چھپاوے اور اپنا عیب پیش نظر رکھے اور سب مسلمانوں کو اپنے سے اچھا جانے

اور کسی سے بحث و تکرار نہ کرے اگرچہ اپنی ہی بات ٹھیک ہو اور مہمانداری اور مسافر کی خدمت گذاری اپنا پیشہ بنائے اور غریبوں اور مسکینوں کی صحبت پسند کرے اور عالموں اور نیک لوگوں کی خدمت کرنے کو اپنی عزت جانے اور جو کچھ میسر آئے اس کے موقع پر خرچ کرے تاکہ باطنی نقصان نہ پہنچے اور دل کا لگاؤ کسی چیز کے ساتھ نہ رکھے اور اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر سمجھے اور غریبوں کا سا لباس دل سے پسند کرے اور جتنا کپڑا یا کھانا ملے اس پر قناعت کرے اور دوسروں کے نفع کو اپنے نفع پر مقدم سمجھے اور بھوک و پیاس کو کہ خدائی غذا ہے دل سے پسند کرے اور کم ہنسے اور بہت روئے اور اللہ کے عذاب اور اس کی بے نیازی سے ڈرتا اور کانپتا رہے اور موت کو جو کہ غیر خدا کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینے والی ہے ہر وقت اپنے سامنے رکھے اور دوزخ سے کہ جدائی کی جگہ ہے پناہ مانگے اور بہشت کو کہ وصال کی جگہ ہے طلب کرے اور محاسبہ کو اپنے ذمہ لازم کر لے اور دن کا محاسبہ بعد مغرب اور رات کا محاسبہ بعد صبح کے کیا کرے اور محاسبہ اس کو کہتے ہیں کہ اس کا حساب کرے کہ رات دن میں مجھ سے کتنی نیکیاں اور کتنی بدیاں ہوئی ہیں نیکی پر شکر کرے اور بدی پر توبہ کرے اور اللہ سے معافی مانگے اور سچ بولنا اور حلال مال کھانا اپنی وضع بنالے اور کھیل کود کی محفل میں جو کہ خلاف شرع ہو حاضر نہ ہو اور جہالت کی رسموں سے پرہیز کرے اور دوستی و دشمنی خفگی رضامندی جو کچھ ہو اللہ ہی کے لئے ہو اور کسی پر دست درازی نہ کرے اور لالچ نہ کرے۔ شرم والا کم بولنے والا، کم رنجیدہ ہونے والا صلح پسند اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا نیکی کرنے والا نیک چلن چھچھوری باتوں سے بچنے والا، برداشت کرنے والا ہے بس یہ ہیں علامت نیک خصلت کی اور اچھی صفتیں اور یہ بھی چاہیئے کہ جو شخص ان سب باتوں کو حاصل کرے ان پر مغرور نہ ہو اور اپنے اوپر نیک گمان نہ کرے اور یہ بھی چاہیئے کہ اولیاء اللہ کے مزاروں اور بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتا رہے اور جب دل فارغ ہو اس وقت ان کی قبروں

کے پاس بیٹھ کر ان کی روح کی طرف توجہ کرے اور ان کی روحانیت کو اپنے مرشد کی صورت میں خیال کر کے فیض حاصل کرے اور برکت لیوے (یہ فیض لینا خاص لوگوں کے لیے ہے عام نہیں ۱۲ مترجم) اور کبھی کبھی عام مسلمانوں کی قبروں پر جا کر اپنی موت یاد کرے اور فاتحہ پڑھ کر ان کو ثواب بخشے اور اپنے مرشد کے حکم کو اور اس کے ادب کو بجائے اللہ تعالیٰ اور رسول ؐ کے حکم اور ادب کے جانے اس لئے کہ یہ حضرات اللہ و رسول کے نائب ہیں (بجائے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی برابر بلکہ مطلب یہ ہے کہ مرشد کی شان کے لائق اس کے احکام مشروع ہیں چون و چرا نہ کرے اور اس کا دل نہ دکھاوے ۱۲ مترجم)

ملفوظ در تسہیل طریق سلوک ملقب بہ
السلسبیل لعابری السبیل
من مقالات شریفہ حضرت اشرف العلماء حکیم الامت مجدد الملت
قطب الارشاد مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہٗ

ضبط کردہ احقر خواجہ عزیز الحسن غفی عنہ

مرقومہ ۷ محرم ۱۳۴۵ھ

عرض کیا گیا کہ حضرت جو فرمایا کرتے ہیں کہ اعمال مامور بہا سب اختیاری ہیں اور اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں تو یہ تو بظاہر بہت معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے پھر طریق میں اہمیت ہی کیا رہی فرمایا کہ ہے تو یہ معمولی اور موٹی بات لیکن لوگوں کی اس کی جانب التفات نہیں حالانکہ اسی پر دارومدار ہے تمام اصلاحات کا اور یہی ہے اصل علاج تمام کوتاہیوں کا عرض کیا گیا کہ جب آدمی باوجود کوشش کے اپنی اصلاح سے عاجز

ہوجاتا ہے تب ہی تو اس کی تدبیر اور معالجہ پوچھتا ہے تو اس سے بھی یہی کہہ دینا کہ ہمت اور اختیار سے کام لو کیونکر کام ہو سکتا ہے کیونکہ ہمت اور استعمال اختیار کی اسے توفیق ہی نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ استعمال پر قادر ہے یا نہیں ضرور قادر ہے ورنہ نصوص کی تکذیب لازم آتی ہے جب استعمال اختیار پر قادر ہے تو ہمت کر کے اختیار کا استعمال کرے جب اختیار کا استعمال کرے گا تو کامیابی لازم ہے ناکامیابی کی کوئی صورت ہی نہیں البتہ دشواری اور کلفت ضرور ہے۔ عرض کیا گیا کہ واقعی قدرت اور اختیار کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن جب دشواری اور کلفت کی وجہ سے اس کے استعمال ہی کی نوبت نہ آئی تو وہ اختیار مفید ہی کیا ہوا کیونکہ نتیجہ تو وہی ہوا جو عدم اختیار کی صورت میں ہوتا یعنی عدم صدور اعمال۔ فرمایا کہ جب علاج پوچھا جائے گا تب تو یہی بتایا جائے گا جو درحقیقت علاج ہے۔ رہی خود اس علاج کے استعمال کی دشواری سو جب اس کے متعلق سوال کیا جاوے گا اس وقت اس کا جواب دیا جاویگا عرض کیا گیا کہ اب سوال کیا جاتا ہے اس استفسار پر فرمایا کہ اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں البتہ اس اس استعمال اختیار میں کلفت اور دشواری ضرور ہوتی ہے سو اس کا علاج بھی یہی ہے کہ باوجود کلفت کے ہمت اور اختیار سے برابر بہ تکلف اور بہ جبر کام لیتا ہے رفتہ رفتہ وہ کلفت مبدل بہ سہولت ہو جائے گی ساری ریاضت اور سارے مجاہدے ہی اس لئے کئے جاتے ہیں کہ اختیار اوامر اور اجتناب نواہی میں سہولت پیدا ہو جائے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ خلوص اور ہمت بس یہ دو چیزیں ماحصل ہیں سارے تصوف کا اور ساری پیری مریدی کا کیونکہ اگر ہمت نہ ہوگی تو عمل ہی نہ ہوگا اور اگر خلوص نہ ہوا تو عمل ناقص ہوگا اگر ان دو چیزوں کو جمع کر لیا جائے تو پھر شیخ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ بھی بس انہیں دو چیزوں کی تعلیم کرتا ہے دفع کلفت اور تحصیل سہولت کا جو طریق ارشاد فرمایا کہ بہ تکلف ہمت اور اختیار سے کام لیتا ہے رفتہ رفتہ سہولت ہونے

لگے گی اس کے ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ ہر کام شروع میں مشکل ہوتا ہے مگر کرتے کرتے مشق ہو جاتی ہے اور پھر نہایت سہولت کے ساتھ ہونے لگتا ہے جیسے سبق شروع میں دشوار ہوتا ہے مگر رٹتے رٹتے یاد ہو جاتا ہے اگر شروع کی کلفت اور تعب کو دیکھ کر ہمت ہار دی تو پھر کوئی صورت ہی کامیابی کی نہیں اور اگر برداشت کرلی تو چند روز کے بعد دیکھے گا کہ سہولت کے ساتھ وہ عمل ہونے لگے گا۔

ع۔ چند روزے جہد کن باقی بخند

جب حضرت یہ بیان فرما رہے تھے کہ اخلاص و ہمت خلاصہ ہیں تصوف کا تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا اخلاص بھی اختیاری ہے فرمایا اور اختیاری کیوں نہ ہوتا کیا گھی کا خالص رکھنا اختیار میں نہیں اس میں چربی نہ ملائے تیل نہ ملائے پس نہ گھی بقول عوام (ظرافت کے لہجے میں) نخالص ہے یعنی خالص ہے اور عبادت کے خالص رکھنے ہی کو اخلاص کہتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ شیخ کی دعا و برکت کو بھی بہت بڑا دخل ہے اصلاح میں فرمایا کہ برکت کا انکار نہیں مگر اس کا درجہ بھی تو متعین کرنا چاہیے اس کا مرتبہ صرف ایسا ہے جیسا عرق سونف کا مرتبہ مسہل میں کہ اس سے اعانت ضروری ہوتی ہے مسہل میں مگر کیا محض عرق سونف بغیر مسہل کے کارآمد ہو سکتا ہے اور مسہل کا کام دے سکتا ہے ہرگز نہیں عرض کیا گیا کہ اس کا تو مشاہدہ ہے کہ شیخ کی دعا و توجہ کی برکت سے بہت کچھ تغیر اپنی حالت میں محسوس ہونے لگتا ہے فرمایا کہ مسہل پیا ادھر عرق سونف پیا ادھر دھڑا دھڑ دست آنے شروع ہوگئے تو کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اکیلا عرق سونف کافی ہو گیا ہے حضرت نری دعا و برکت سے کچھ نہیں ہوتا جب تک خود اپنے اختیار کو کام میں نہ لائے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ کوئی صاحب برکت ہو سکتا ہے نہ مقبول الدعوات حضرت کے چچا ابو طالب کیسے جان نثار اور عاشق زار تھے، حضور نے دعا بھی دل و جان سے کی کہ وہ مسلمان ہو جائیں اصرار بھی فرمایا مگر چونکہ

خود انھوں نے نہ چاہا ایمان نصیب نہ ہوا بالکل طبیب اور مریض کی سی مثال ہے اگر مریض دوا نہ پیے تو کیا محض طبیب کی شفقت اور توجہ سے مریض اچھا ہو جائے گا صحت تو اس کے نسخہ ہی سے ہو گی اسی طرح اگر بچہ سبق یاد نہ کرے تو سبق کیسے یاد ہو جائے گا محض استاد کی توجہ سے تو سبق یاد نہیں ہو سکتا وہ تو یاد کرنے ہی سے یاد ہو گا۔ عرض کیا گیا کہ شیخ کی برکت سے توفیق ہو جاتی ہے فرمایا کہ یہ تو میں کہہ ہی چکا ہوں کہ برکت معین ضرور ہے مگر کافی نہیں اس کا دخل دخل اعانت ہے دخل کفایت نہیں یہاں تک کہ محض شیخ کی برکت تو ہرگز کافی نہیں ہو سکتی مگر یہ ہو سکتا ہے کہ محض ہمت اور استعمال اختیار ہی کافی ہو جائے میں تو ان باتوں کو علی الاعلان کہتا ہوں خواہ مخواہ میں اپنے متعلقین کو مقید بنانا نہیں چاہتا اگر کوئی شخص اپنی اصلاح خود کر سکے تو چشم ما روشن دل ما شاد خوشی کا مقام ہے کیونکہ ہمارا بوجھ ہلکا ہوا عرض کیا گیا کہ یہ تقریر کہیں اس کے تو خلاف نہ ہو جائے گی سے

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق   عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

فرمایا کہ خلاف کیوں ہوتی یہ تو اور ہماری مؤید ہے آگاہ عشق فرمایا ہے یعنی بلا شیخ کے آگاہ نہ ہو گا علم کا درجہ حاصل نہ ہو گا سو اس سے ہیں کب انکار ہے شیخ راہ بتائے گا اگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ گھسیٹ کر لے چلے گا۔ اندھے کو سوانکھا راہ بتاتا ہے گود میں تو اٹھا کر نہیں لے جاتا راستہ تو قطع خود اس کے چلنے ہی سے ہو گا راستہ بتانا تو بیشک شیخ کا کام ہے۔ لیکن اس کا قطع کرنا تو سب ہی کے ذمہ ہے۔

جامع عرض کرتا ہے کہ اس جگہ حضرت کا ایک پرانا ملفوظ یاد آ گیا ایک صاحب کو بہت مفصل طور پر راہِ سلوک کی حقیقت بیان فرما کر فرمایا کہ الحمد للہ میں تو طالب کو ایک جلسہ میں خدا تک پہنچا دیتا ہوں کیونکہ مقصود کی حقیقت بتلا دینا گویا مقصود ہی تک پہنچا دینا ہے اگر کوئی راستہ بتائے

اور دکھائے کر دیکھو وہ چراغ جل رہا ہے تو یہ اس کو گویا چراغ ہی تک پہنچا دینا ہے اب صرف راستہ ہی چلنا باقی رہ جاتا ہے سو یہ طالب کے اختیار میں ہے قدم اٹھاتا چلا جائے مقصود تک پہنچ جائے گا۔

اختیار کے متعلق استفسار پر فرمایا کہ اختیار تو بدیہیات بلکہ محسوسات میں سے ہے اور بدیہیات و محسوس کے لئے دلائل کی حاجت نہیں ہوا کرتی اختیار کا ہونا تو اتنا ظاہر ہے کہ انسان تو انسان جانوروں تک کو اس کا ادراک ہے دیکھئے اگر کسی کتے کو لکڑی سے مارا جائے تو وہ مارنے والے پر حملہ کرتا ہے نہ کہ لکڑی پر۔ اس کو بھی یہ امتیاز ہوتا ہے کہ کون مختار ہے کون مجبور۔ ہر شخص اپنے وجدان کو ٹٹول کر دیکھ لے کہ جب وہ کوئی ناشائستہ حرکت کرتا ہے تو اس کو خجالت ہوتی ہے اگر وہ اپنے کو مجبور سمجھتا تو پھر خجلت کیوں ہوتی خجالت تو اپنے اختیاری فعل ہی پر ہو سکتی ہے لہذا یہ یقینی ہے کہ انسان مختار ہے اور مسئلہ اختیار اس قدر ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے اندر صفت اختیار کو وجداناً اور طبعاً محسوس کرتا ہے حتیٰ کہ جو جبری ہیں وہ بھی قولاً جبری ہیں وجداناً وہ بھی اختیار کے قائل ہیں کسی کو اس سے مجال انکار نہیں پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کی کنہ اور حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ معلوم ہو سکتی ہے مگر کسی شے کی حقیقت معلوم نہ ہونے سے اس کے وجود کا انکار نہیں کیا جا سکتا ضیاء اور روشنی کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں لیکن اس کا وجود بالکل واضح اور مشاہد ہے کیا اس کے وجود کا کوئی انکار کر سکتا ہے حضرت مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت سادہ اور سہل عنوان سے اس مسئلہ جبر و اختیار کو بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

زاری ما شد دلیل اضطرار   خجلت ما شد دلیل اختیار

اگر اضطرار نہیں تو یہ زاری کیوں ہے اور اگر اختیار نہیں تو اپنے کیے پر شرمساری کیوں ہے غرض نہ خالص جبر ہے نہ خالص اختیار ہے اختیار خاص

نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ماتحت ہے اختیار حق کے مستقل اختیار نہیں ہے۔
بہر حال انسان میں صفت اختیار کا ہونا قطعی ہے جب یہ ہے تو اپنی اصلاح کرنے میں بھی صفت اختیار کا استعمال کرنا چاہیے جب تک یہ نہ کرے گا اصلاح ممکن ہی نہ ہوگی مثلاً کسی میں بخل ہے تو کیا نرے ذکر و شغل یا شیخ کی دعا و توجہ اور برکت سے یہ رذیلہ زائل ہو سکتا ہے ہرگز نہیں یہ رذیلہ تو نفس کی مقاومت ہی سے زائل ہوگا البتہ ذکر و شغل وغیرہ معین ضرور ہو جائیں گے مگر کافی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ العزیز جا بجا اپنے مکتوبات میں یہی فرماتے ہیں ؎

کار کن کار بگذار از گفتار　　کاندریں راہ کار باید کار

کام ہی کرنے سے کام چلتا ہے نری تمناؤں یا نری دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا عرض کیا گیا کہ بعض بزرگوں کی توجہ سے تو بڑے بڑے بدکاروں کی خود بخود اصلاح ہو گئی ہے۔ فرمایا کہ یہ ایک قسم کا تصرف ہے اور ایسا تصرف نہ اختیاری ہے نہ بزرگی کے لیے لازم بہت سے بزرگوں میں تصرف بالکل بھی نہیں ہوتا اور پھر نیز تصرف کے اثر کو اکثر بقا بھی نہیں ہوتی کچھ دن بعد پھر ویسے کے ویسے ہی بخلاف اس اثر کے جو کہ ہمت اور اعمال کے واسطے سے ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے۔ توجہ کے اثر کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص تنور کے پاس بیٹھ گیا تو جب تک وہاں بیٹھا ہوا ہے تمام بدن گرم ہے مگر جیسے ہی وہاں سے ہٹا پھر ٹھنڈے کا ٹھنڈا اور اعمال کے ذریعہ سے جو اثر ہوتا ہے وہ ایسا ہے کہ جیسے کسی نے کشتہ طلا کھا کر اپنے اندر حرارت غریزیہ پیدا کر لی تو وہ اگر شملہ پہاڑ بھی چلا جائے گا تب بھی وہ حرارت بدستور باقی رہے گی اور اصل نفع وہی ہے جو باقی رہے۔ غرض نری دعا و توجہ پر بیٹھے رہنا اور خود اپنی اصلاح نہ کرنا محض خیال خام ہے۔

پھر ان شبہات کے پیش کرنے پر مزاحاً فرمایا کہ میں تو گویا یہ طب اکبر لوگوں

کے لئے پیش کر رہا ہوں مگر آپ چاہتے ہیں کہ اس کے ورقوں پر کاغذ چپکا کر اس کے مضامین کو چھپائے رکھیں۔ عرض کیا گیا کہ جبلت تو کسی کی بدل سکتی نہیں پھر جبلی صفات رذیلہ کی اصلاح کیونکر اختیار میں ہو سکتی ہے فرمایا کہ تعجب ہے کہ آپ کو ابھی تک یہ شبہات ہیں یہ تو فرمایئے کہ مادہ جبلی ہوتا ہے یا فعل بھی جبلی ہوتا ہے یہ تو مانا کہ مادہ اختیار میں نہیں ہے مگر فعل تو اختیار میں ہے وہ تو جبلی نہیں مادہ بیشک زائل نہیں ہوتا مگر اس کے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا یہ تو اختیار میں ہے اور اسی کا انسان مکلف ہے اور بار بار اس مقتضا کی مخالفت کرنے سے وہ مادہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ بڑے کام کی باتیں ہیں اور درحقیقت تعلیم کے لائق یہی باتیں ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ آج کل ان باتوں کا کہیں تذکرہ نہیں نہ علماء کے یہاں مشائخ کے یہاں۔ تصوف کی ایک مبہم صورت بنا رکھی ہے اسی وجہ سے مدت سے اس کی حقیقت مستور چلی آتی تھی مگر الحمد للہ اس وقت ایسا وضوح ہو گیا ہے کہ کوئی خفا اور التباس کسی قسم کا اس میں باقی نہیں رہا مجھے تو بحمد للہ کسی مسئلہ تصوف میں مطلق شبہ یا خلجان نہیں نہ طالب کی کسی حالت کی حقیقت معلوم کرنے میں نہ اس کی اصلاح کی تدابیر تجویز کرنے میں خواہ کسی کی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت ہو۔ میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں کہ اس وضوح کو اس زمانہ میں غنیمت سمجھ کر اس کی قدر کرنا چاہیئے اور اس سے منتفع ہونا چاہیئے۔ جامع عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں حضرت نے طریق اصلاح کا خلاصہ ایک طالب کو جنہوں نے اپنے اندر صدہا عیوب کا ہونا بیان کیا تھا اور اپنی اصلاح سے مایوسی ظاہر کی تھی صرف استحضار اور ہمت تجویز کیا تھا اور اس سے ان کو بہت نفع ہوا تھا۔ اس تجویز کا اور اس تقریر کا حاصل ایک ہی ہے دونوں ایک ہی معنوں کے عنوان ہیں اخلاص اور ہمت میں بھی اصل چیز ہمت ہے کیونکہ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی ہمت ہی کی ضرورت ہوگی اور ہمت کا معین استحضار ہے اور

استحضار کی صورتیں مختلف ہیں جو صورت شیخ تجویز کر دے اُس پر عمل کرے مثلاً ہر کوتاہی پر دس یا کم و بیش نفل بطور جرمانہ ادا کرنا تاکہ جب دوسرا موقع کوتاہی کا پیش آئے جرمانہ کے خوف سے استحضار کی کیفیت پیدا ہو جائے اور جب استحضار و ہمت کا اہتمام رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ کوتاہیوں سے محفوظ رہے گا اور رفتہ رفتہ پوری اصلاح ہو جائے گی۔ طالب مذکور کے لئے علاوہ جرمانہ مذکورہ کے میں نے ہر روز مطالعہ نزہۃ البساطین بھی تجویز کیا تھا جس میں ایک ہزار حکایات اولیاء اللہ کی درج ہیں اُن سے بھی علاوہ برکت کے بہت کچھ قوت استحضار اور ہمت کو پہنچتی ہے۔

نیز جامع عرض کرتا ہے کہ احقر نے حضرت کی اس تجویز پر استحضار و ہمت کو بوجہ غایت نافع ہونے کے ایک شعر میں محفوظ کر لیا تھا وھو ھذا

جو گر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا
سراسر نسخۂ اکسیر ہے اصلاحِ امت کا

بس اب اتمام حجت ہو چکا وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ۵

تسہیل رسالہ الیم فی السم طریق سلوک کے بیان میں

یہ ایک خط کا جواب ہے جس میں ایک صاحب[ع] نے یہ پوچھا تھا کہ کوئی ایسا وظیفہ بتلا دیا جائے جس سے خود بخود نیک کام کثرت سے ہونے لگیں کہ اس کی ضرورت نہ رہے کہ نفس پر جبر کیا جائے ایسے ہی گناہ ہونے سے نفس خود بخود بچنے لگے یعنی اس کی ضرورت نہ رہے کہ اس کو روک ٹوک کی جائے۔ اس خط کا جواب یہاں سے حسب ذیل دیا گیا کہ نیکی کرنا اور گناہ کرنا یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جو بندہ کے اختیار میں ہیں ان میں وظیفہ کو کچھ بھی دخل نہیں وظیفہ ایسی جگہ کام دیتا ہے جہاں بندہ

ع از مولوی محمد احمد صاحب تھانوی سلمہٗ ۱۲

کہ اپنے اختیار کو کوئی دخل نہ ہو رہا وظیفہ کے علاوہ اور کوئی طریقہ سو ایسی باتوں میں جن میں بندہ کے اپنے اختیار کو دخل ہو اس کے سوا اور کچھ طریقہ نہیں کہ اپنے اختیار سے کام لے البتہ اپنے اختیار کو آسانی سے کام میں لانے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ کچھ مجاہدہ کرے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف پر عمل کرے اگر مثلاً نفس یہ کہتا ہے کہ فلاں کے پاس جانا چاہیئے تو نفس کی مخالفت کرکے وہاں نہ جائے۔

اس مجاہدہ پر ہمیشہ عمل کرتے رہنے سے کچھ دنوں بعد آہستہ آہستہ اپنے اختیار پر عمل کرنے کی صلاحیت اور اس میں آسانی اور سہولت پیدا ہو جاتی ہے یہی حاصل ہے تمام سلوک کا میں نے اس جگہ تمام فن سلوک لکھ دیا ہے۔

نوٹ: جب مُرید میں یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور آسانی کے ساتھ اپنے اختیار سے عمل پر قادر ہو جاتا ہے تو اس کے بعد شیخ کے صرف دو کام باقی رہ جاتے ہیں (۱) بعض نفس کے امراض جیسے تکبر، عجب، ریا، حرص وغیرہ کا تشخیص کرنا کہ اس شخص میں یہ عیب ہے اور (۲) دوسرے ان امراض کے علاج کے واسطے کچھ مجاہدوں کے طریقے تجویز کرنا جن سے یہ امراض اور عیوب جاتے رہیں۔ واللہ اعلم

تسہیل رسالہ الظم[عــہ] فی السّم[عــہ]!

اصلاح کی حقیقت کے بیان میں

جو ایک صاحب کو بطور خط کے لکھا گیا تھا تمام اصلاح کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کاموں کے پیچھے نہ پڑے جو اس کے اختیار اور قبضہ میں نہ ہوں اور ایسے کاموں میں سُستی نہ کرے جو اس کے اختیار اور قبضہ میں ہوں بلکہ اپنی ہمت سے کام لے اور اگر ہمت کے باوجود پھر بھی کچھ کوتاہی ہو جائے تو حق تعالیٰ سے معافی چاہے اور آئندہ کے لئے توبہ کرے اور یہ دُعا کرے کہ اے اللہ مجھے اس کمی کو پورا کرنے کی توفیق دے اسی کا نام اصلاح ہے۔ فقط

عــہ ۱ از مولوی عمر احمد صاحب تھانوی ۲ عــہ یہ رسالہ رسالہ سابق کا ضمیمہ ہے۔

بعضے آداب شیخ از رسالہ آداب الشیخ والمرید

(۱) شیخ کے لئے یہ شرط ہے کہ مرید کو آزاد نہ چھوڑے کہ جہاں چاہے چلا جائے بلکہ جب گھر سے نکلے تو اجازت لے کر نکلے اور جس کام کے لئے جائے شیخ کی اجازت سے جائے۔

شرط (۲) شیخ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو ہر لغزش پر جو اس سے صادر ہو تنبیہ و زجر و توبیخ کرے اور اس میں عفو و مسامحت کو راہ نہ دے اور اگر عفو؎ سے کام لیا تو اس نے مقام (شیخوخت) کا حق ادا نہ کیا جس پر وہ قائم ہے بلکہ وہ ایک بادشاہ ہے جو اپنی رعیت سے خیانت کرتا ہے اور اپنے رب کی حرمت و عظمت پر قائم نہیں۔

شرط (۳) منجملہ شرائط شیخ کے ایک یہ بھی ہے کہ مرید سے عہد لے کہ وہ شیخ سے کوئی خطرہ قلبی یا حال باطنی پوشیدہ نہ رکھے گا اور جب طبیب جڑی بوٹیوں کی صورت و خواص سے واقف نہ ہو اور ترکیب ادویہ کو نہ جانتا ہو تو وہ مریض کے لئے مہلک ہے اس لئے کہ خواص کا علم بغیر صورت پہچاننے کے کافی نہیں دیکھئے اگر کوئی دوا فروش (عطار) مریض کا دشمن ہو اور اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہو طبیب اس کے لئے حسب تجویز دوا طلب کرے مگر وہ دوا کی صورت و حقیقت کو پہچانتا نہیں اگر اس وقت عطار اس کو کوئی ایسی چیز دیدے جس سے مریض ہلاک ہو جائے اور طبیب بوجہ ناواقفیت کے وہی دوا مریض کو پلا دے اور مریض ہلاک ہو جائے تو اس کا گناہ عطار اور طبیب دونوں کی گردن پر ہوگا کیونکہ طبیب کا فرض تھا کہ وہ کوئی چیز ایسی نہ پلائے جس کی حقیقت و صورت کو نہ جانتا ہو ایسے شیخ جب کہ صاحب ذوق نہ ہو اور طریق کو محض کتب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سن سنا کر حاصل کیا اور جاہت

؎ عفو سے مراد عدم مواخذہ ہے۔

ریاست کے لئے مریدوں کی اصلاح وتربیت کرنے بیٹھ گیا تو وہ مرید کے لئے مہلک ہے اس لئے کہ وہ طالب سالک کے مصدر و مورد اور تغیر حالات کو نہیں سمجھتا اس لئے ضروری ہے کہ شیخ کو انبیا علیہم السلام کا دین اور اطبار کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو اس وقت اس کو استاد کہا جا سکتا ہے اور شیخ پر واجب ہے کہ کسی مرید کو بغیر امتحان و آزمائش کے قبول نہ کرے۔

شرط (۴) اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کے سانس اور حرکت کا محاسبہ کرے اور جتنا اس کو مطیع و متبع دیکھے اس پر اس معاملہ میں سختی کرے کیونکہ یہ راستہ ہی شدت کا ہے اس میں نرمی کو دخل نہیں کیونکہ رخصتیں تو عوام کے لئے ہیں اس لئے کہ وہ تو صرف اس پر قناعت کرتے ہیں کہ ان پر اسلام و ایمان کا نام آجائے اور صرف ان چیزوں کو ادا کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کی ہیں اور جو شخص اعلیٰ درجہ کو اور عوام کے مرتبہ سے زیادتی کو طلب کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حاصل کرنے میں سختیاں برداشت کرے۔

شرط (۵) اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ شیخوخت (پیری) کی جگہ پر اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک اس کو کوئی شیخ (پیر) اس جگہ پر خود نہ بٹھلائے یا حق تبارک وتعالیٰ خود اس پر الہام فرما دیں اور اس کے ساتھ حق تعالیٰ کا یہی معاملہ ہو کہ بلا واسطہ شیخ کے تربیت کی جاتی ہو۔

شرط (۶) منجملہ شرائط شیخ کے ایک یہ بھی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کلام کرے اور اس کے مقابلہ میں کوئی جھگڑا کرنے والا کھڑا ہو جائے تو اپنے کلام کو قطع کرے اور جب

ع یہ اس زمانہ کے طالبین کی حالت تھی اب تو فرائض کی مشقت کو بھی جو کہ معتد بہ مشقت بھی نہیں برداشت نہیں کرتے اس میں بھی شیخ کی سیاست کو گراں سمجھتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے فرائض کو صرف ظاہری ارکان اسلام ہیں اور ان میں بھی صرف صورت کے درجہ میں منحصر سمجھ رکھا ہے ۱۲۔ عہ حضرت دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں شرط یہ ہے کہ اس زمانہ کے مشائخ طریقت اس کو قبول کرلیں ۱۲

تم کسی شیخ کو دیکھو کہ وہ مُرید کو آزاد چھوڑے ہوئے ہے اور مرید اس کے مقابلہ (یعنی مخاطبہ میں) ادلہ شرعیہ یا عقلیہ سے استدلال کرتا ہے اور شیخ اس کو زجر و توبیخ نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ تربیت میں خیانت کر رہا ہے اور شیخ کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ جب وہ کسی مرید کو دیکھے کہ وہ نظریات میں اپنی عقل کا استعمال کرتا ہے اور شیخ نے جو کچھ اس کو بتلایا ہے اس میں شیخ کی رائے کی طرف رجوع نہیں کرتا چاہیئے کہ اس کو اپنی مجلس یا خانقاہ سے نکال دے اس لئے کہ وہ دوسرے مریدوں کو بھی خراب کر دے گا اور خود کوئی فلاح نہ پائے گا اس لئے کہ مریدین تو اہل اللہ والے ہیں یعنی دلہنوں اور حوروں کی طرح اپنے خیموں میں مقصود ہیں ہر منظر و مجلس سے اپنی نظر بچانے والے سوا اس منظر کے جس کی طرف ان کا شیخ ان کو لے جا رہا ہے اور شیخ کے ذمہ واجب ہے کہ جب یہ سمجھے کہ کسی مرید کے قلب میں سے اس کی حرمت اور بڑائی نکل گئی تو اس کو اپنی سیاست کے ذریعے سے اپنے گھر سے نکال دے کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے ؎

احذر عدوك مرة	واحذر صديقك الف مرة
اپنے دشمن سے ایک مرتبہ ڈر	اور دوست سے ہزار مرتبہ ڈر

اس لئے بسا اوقات دوست منقلب ہو کر دشمن بن جاتا ہے تو وہ نقصان پہنچانے کے راستہ زیادہ جانتا ہے اور ایسے شخص کے لئے ظواہر شریعت اور عام طریق عبادت کا اشتغال واجب ہے اور ایسے مرید کے درمیان اور اپنے تمام متعلقین اولاد و اعزہ کے درمیان دروازہ آمد و رفت و میل ملاقات بند رکھے کیونکہ مرید کے لئے کوئی چیز اس شخص کی صحبت سے زیادہ مضر نہیں جو طریق کا قائل یا پابند نہ ہو (جیسا کہ یہ بدرہ کردہ مرید ہو گیا) شرط ۲۰ ، اور شیخ کے آداب لازمہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب مرید اس سے کوئی اپنا خواب بیان کرے یا کوئی کشف و مشاہدہ جو پیش آیا ہو ظاہر کرے تو اس کی حقیقت اس کے سامنے ہرگز ظاہر نہ کرے لیکن اس کو ایسے اعمال بتلا دے

جس سے اس کی مضرت وحجاب دفع ہو جائے۔ اس وقت ہے جب کہ خواب وکشف کسی امر مضر کے متعلق ہو، یا اس کو اس سے اعلیٰ احوال کی طرف متوجہ کرنے (اور یہ اس وقت ہے جب کہ خواب اور کشف سے کوئی امر مفید ثابت ہو) اور غرض اس کی یہ ہے کہ مرید کو اپنے اس حال سے بڑائی پیدا نہ ہو جائے (نیز تاکہ تفتیش کیفیات کی اس کو عادت نہ ہو جائے جو کہ مضر طریق ہے) اور جب شیخ مرید کے خواب یا کشف وغیرہ (کی حقیقت)ؑ پر کلام کرے تو اس کے حق میں برائی کرے گا کیونکہ مرید کے قلب سے اسی قدر شیخ کی حرمت کم ہو جائے گی جس قدر اس سے کلام میں بے تکلفی کرے گا اور جس قدر حرمت کم ہوگی اسی قدر اس کے اتباع سے انکار پیدا ہوگا اور جب اتباع اور اخذ تربیت سے انکار پیدا ہوگا تو عمل بھی جاتا رہے گا اور جب عمل نہ رہے گا حق تعالیٰ اور اس کے درمیان حجاب حائل ہو کر مردود ہو جائے گا اور طریق سے نکل جائے گا پھر اس کی مثال کتے کی سی ہو جائے گی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ آمین

شرط (۸) اور شیخ کی شرائط آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو کسی کے پاس نہ بیٹھنے دے سوائے اُن برادران طریقت کے جو اس کے ساتھ اس کام میں اسی شیخ کے زیر حکم جمع ہیں (اور اس کو ہدایت کرے کہ وہ نہ کسی سے ملنے جائے اور نہ اس کے پاس کوئی ملنے کے لئے آئے اور کسی سے اچھا یا برا کلام نہ کرے اور جو کچھ اس کو حال پیش آئے یا کرامت ظاہر ہو تو اپنے برادران طریقت میں بھی کسی سے بیان نہ کرے اور اگر شیخ مرید کو ان افعال میں سے کسی فعل کے کرنے پر آزاد چھوڑ دے تو اس کے حق میں برائی کرتا ہے۔

شرط (۹) شیخ کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے ہر مرید کے لئے ایک

ؑ اور وجہ اس حقیقت پر کلام کرنا غیر ضروری تھا غیر ضروری کلام سے بے تکلفی بڑھ جاتی ہے ۱۲

گوشۂ تنہائی مقرر کرے جو اس کے لئے مخصوص ہو دوسرا کوئی اس میں نہ جا سکے اور شیخ کو چاہیے کہ مریدین کو آپس میں کبھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں برا کرتا ہے۔

بعضے آداب از آداب المعاشرت

ادب ۱۔ جب کسی کے انتظار میں بیٹھنا ہو ایسے موقعہ پر اور اس طور سے مت بیٹھو کہ اس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا انتظار کر رہے ہو اس سے خواہ مخواہ اس کا دل مشوش ہو جاتا ہے اور اس کی یکسوئی میں خلل پڑتا ہے بلکہ اس سے دور اور نگاہ سے پوشیدہ ہو کر بیٹھو۔

ادب ۲۔ بعضے آدمی صاف بات نہیں کہتے تکلف کے کنایات کے استعمال کو ادب سمجھتے ہیں اس لئے بعض اوقات مخاطب نہیں سمجھتا یا غلط سمجھتا ہے جس سے فی الحال یا فی المآل پریشانی ہوتی ہے بات بہت واضح کہنا چاہیے۔

ادب ۳۔ بعضے آدمی بلاضرورت دوسرے شخص کی پشت کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں اس سے دل الجھتا ہے۔

ادب ۴۔ بعض اوقات بعض خدمت دوسرے سے لینا پسند نہیں ہوتا سو ایسی خدمت پر اصرار نہ کرنا چاہیے کہ خود مخدوم کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ بات اس مخدوم کی صریح ممانعت یا قرائن سے معلوم ہو جاتی ہے۔

ادب ۵۔ مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو مت تکو کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر بھی مت بیٹھو۔

ادب ۶۔ کسی کا خط جس کے تم مکتوب الیہ نہ ہو مت دیکھو نہ حاضرانہ جیسے بعضے آدمی بیٹھے دیکھے جاتے ہیں اور نہ غائبانہ۔

۔ ہدیہ کے آدب میں سے ہے کہ اگر کچھ درخواست کرنی ہو تو ہدیہ نہ دے

اس میں مہدی الیہ کو یا مجبور ہونا پڑتا ہے یا ذلیل۔

ادب ۸۔ خواہ مخواہ پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا سخت بار معلوم ہوتا ہے تعظیم کے لیے ہر نشست و برخاست کے موقع پر اکثر باوجود ضرورت اٹھنے سے مانع ہوتا ہے نہیں چاہیے۔

ادب ۹۔ وظیفہ پڑھتے وقت خاص طور سے قریب بیٹھ کر انتظار کرنا قلب کو متعلق کر کے وظیفہ کو مختل کرتا ہے البتہ اپنی جگہ پر بیٹھا ہے تو کچھ حرج نہیں۔

ادب ۱۰۔ بات ہمیشہ صاف اور بے تکلف کہدیا کرے تکلف کی تمہید وغیرہ نہ کرے۔

ادب ۱۱۔ کوئی اپنا بزرگ کسی کام کی فرمائش کرے تو اس کو انجام دے کر اطلاع بھی دینا چاہیے تاکہ اس بزرگ کو انتظار سے انتشار نہ ہو۔

ادب ۱۲۔ اگر کسی سے ملنے جاؤ وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جائے۔ یا اس کے کسی کام میں حرج ہونے لگے۔

ادب ۱۳۔ جب تم سے کوئی کام کو کہے تو اس کو سن کر ہاں نہیں ضرور زبان سے کچھ کہدیا کرو کہ کہنے والے کا دل ایک طرف ہو جائے نہیں تو ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے اور تم نے سنا نہ ہو یا وہ سمجھے کہ تم یہ کام کرو گے اور تم کو کرنا منظور نہ ہو تو ناحق دوسرا آدمی بھروسے میں رہا۔

ادب ۱۴۔ کسی کے گھر میں مہمان جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کرو بعض دفعہ چیز معمولی ہے بے حقیقت مگر وقت کی بات ہے گھر والا اس کو پوری نہیں کر سکتا ناحق اس کو شرمندگی ہوگی۔

ادب ۱۵۔ جہاں اور آدمی بیٹھے ہوں وہاں بیٹھ کر تھوکو مت ناک مت صاف کرو اگر ضرورت ہو تو ایک کنارے جا کر فراغت کر آؤ۔

ادب ۱۶۔ کھانا کھانے میں ایسی چیزوں کا نام مت لو جس سے سننے والوں کو گھن پیدا ہو بعضے نازک مزاجوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

ادب ۱۷ - بیمار کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں مت کرو جس سے زندگی کی نا امیدی پائی جائے ناحق دل ٹوٹے گا بلکہ تسلی کی باتیں کرو کہ انشاءاللہ تعالیٰ سب دکھ جاتا رہے گا۔

ادب ۱۸ - اگر کسی کی پوشیدہ بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے اُدھر اشارہ مت کرو ناحق اس کو شبہ ہوگا اور یہ جب ہے کہ شرع سے اس بات کا کرنا درست بھی ہو اور اگر درست نہ ہوا تو ایسی بات بھی کرنا گناہ ہوگا۔

ادب ۱۹ - بدن اور کپڑے میں بدبو پیدا نہ ہونے دو اگر دھوبی کے گھر کے دھلے ہوئے کپڑے نہ ہوں تو بدن ہی کے کپڑوں کو دھو ڈالو۔

ادب ۲۰ - آدمیوں کے بیٹھے ہوئے جھاڑو مت دلواؤ

ادب ۲۱ - مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی دسترخوان میں ضرور چھوڑ دے تاکہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہوگیا اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔

ادب ۲۲ - راہ میں چارپائی یا پیڑھی یا اور کوئی برتن اینٹ وغیرہ مت ڈالو۔

ادب ۲۳ - بچوں کو ہنسی میں اُچھالو مت اور کسی کھڑکی وغیرہ سے مت لٹکاؤ شاید گر پڑیں۔

ادب ۲۴ - پردی کی جگہ کسی کے پھوڑا پھنسی ہو تو اس سے مت پوچھو کہ کہاں ہے

ادب ۲۵ - گٹھلی چھلکا کسی آدمی کے اوپر سے مت پھینکو۔

ادب ۲۵ - کسی کو کوئی چیز ہاتھ میں دینا ہو تو دور سے مت پھینکو کہ وہ ہاتھ میں لے لے گا۔

ادب ۲۶ - جس سے بے تکلفی نہ ہو اس سے ملاقات میں اس کے گھر کا حال مت پوچھو۔

ادب ۲۷ - کسی کے غم یا پریشانی یا دکھ بیماری کی کوئی خبر سنو تو جب تک پختہ تحقیق کے

کسی سے نہ کہو خصوصاً اس کے عزیزوں سے۔

ادب ۲۹۔ دسترخوان پر سالن کی ضرورت ہو تو کھانے والے کے سامنے سے مت اٹھاؤ۔ دوسرے برتن میں لے آؤ۔

ادب ۳۰ لڑکوں کے سامنے کوئی بے شرمی کی بات مت کہو۔

ادب ۳۱۔ جس شخص کی نسبت تم کو قرائن سے متیقن یا مظنون ہو کہ تمہارے کہنے کو ہرگز نہ ٹالے گا۔ اس سے کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرو جو شرعاً واجب نہیں

ادب ۳۲۔ اگر کسی شخص پر قصداً ناخوش ہونا پڑے یا اتفاقاً ایسا ہو جاوے تو دوسرے وقت اس کا دل خوش کر دو اگر تم سے واقعی زیادتی ہو گئی ہے تو بے تکلف اس سے معذرت کر کے اپنی زیادتی کی معافی مانگ لو عار مت کرو قیامت میں وہ اور تم برابر ہوگے۔

تمت بالخیر